مدیر: مدثر عزیز
قیمت فی پرچہ -/5 یورو
فون: +49-308735703
Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 03 | 13 ربیع الثانی تا 14 جمادی الاوّل 1439 ہجری یکم جنوری تا 31 جنوری 2018ء | شمارہ نمبر 1-2

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

اسباب دنیا کی حقیقت

جب ایک چیز کی کثرت ہو جاوے تو پھر اس کی قدر نہیں رہتی۔ پانی اور اناج جیسی کوئی چیز نہیں اور یہ سب چیزیں آگ، ہوا، مٹی، پانی ہمارے لئے نہایت ہی ضروری ہیں مگر کثرت کی وجہ سے انسان ان کی قدر نہیں کرتا۔ لیکن اگر ایک جنگل میں ہوا اور کروڑہا روپیہ بھی پاس ہو مگر پانی نہ ہو تو اس وقت کروڑہا روپیہ بھی ایک گھونٹ کے بدلے دینے کو تیار ہوتا ہے اور آخر بڑی حسرت سے مرتا ہے۔ دنیا کی دولت چیز ہی کیا ہے؟ جس کے لئے انسان مارا مارا پھرتا ہے۔ ذرا سی بیماری آجاوے، پانی کی طرح روپیہ بہایا جاتا ہے مگر سکھ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں آتا۔ جب یہ حال ہے تو انسان کی یہ کس قدر غفلت ہے کہ اس حقیقی کارساز کی طرف توجہ نہ کرے جس کا بنایا ہوا یہ سب کارخانہ ہے اور اس کا ذرہ ذرہ جس کے تصرف اور اختیار میں ہے۔ (ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۳۴۶)

جب لوگ حد سے زیادہ دنیا میں دل لگاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے بے پروائی اختیار کرتے ہیں تو انہیں متنبہ کرنے کے لئے عذاب نازل ہوتا ہے۔ دیکھو طاعون کیسی تباہی ڈال رہی ہے۔ ایک کو دفن کر کے آتے ہیں تو دوسرا جنازہ تیار ہوتا ہے۔

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۴۴۳)

اداریہ

اُمت مسلمہ میں انتشار کی بڑی وجہ تکفیر بین المسلمین ہے

دین کی بنیاد سادہ اور مجمل عقائد پر ہے کہ خدا ایک ہے۔ محمدؐ اس کے رسول ہیں۔ قرآن اس کی کتاب ہے اور قیامت کے روز ہم نے خدا کے سامنے پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ اس کی سادگی اور اجمال ہی وہ صفت ہے جس سے یہ دین ایک عالمگیر دین بنا۔ صحیح مسلمان بننے کے لئے اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ عوام الناس کے لئے اتنا ہی جاننا اور ماننا کافی ہے۔ ہر کلمہ گو کے بارہ میں یہ گمان ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں ایمان ہے۔ ہماری نظر صرف ظاہر تک جاسکتی ہے، کسی کے قلب تک نہیں۔ اس لئے کسی کلمہ گو کو بے ایمان، کاذب، گمراہ اور کافر کہنا غلط ہے۔ یہ طریق کار اسلام کے بنیادی اصول اور اس کے امن و رواداری کے ممتاز اور آفاقی نکتہ نگاہ کے خلاف ہے۔ قرآن مجید نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ جو تحیہ اسلامی کے الفاظ کو ادا کرتا ہے اسے غیر مسلم نہ کہو۔ ''جو تمہیں السلام علیکم کہے اسے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں'' (النساء 4:94)

یہاں تذکرہ جنگ کا ہو رہا ہے جہاں اس مشتبہ حالت کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب قوم تو دشمن ہو مگر ایک شخص اس میں سے مسلمان ہو چکا ہے۔ تو اس کے مسلمان ہونے کا ثبوت اسی قدر کافی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کو السلام علیکم کہے۔ آنحضرتؐ نے مسلمان کی علامات میں اس کا اہل قبلہ ہونا، ذبیحہ کو قبول کرنے والا ہونا وغیرہ کی ظاہری علامات کو ہی کافی جانا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلعم نے فرمایا: ''جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے تو یہ وہ مسلمان ہے کہ اس کے لئے اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسول صلعم کا عہد ہے۔ سو تم اللہ کے عہد کو مت توڑو'' (بخاری 8:28)۔ جب کوئی شخص کسی کلمہ گو کو کافر، کاذب یا گمراہ کہتا ہے تو وہ مسلمان معاشرے میں اس بنیادی رشتے کو کاٹتا ہے جس کی بنیاد پر وہ فرد اسلامی معاشرہ سے وابستہ تھا۔ جب یہ رشتہ ہی ٹوٹ گیا یا کاٹ دیا گیا تو اس سے لازماً خود معاشرہ میں انتشار کی صورت پیدا ہو گئی۔ جس کسی کلمہ گو پر منافق، کاذب اور کافر ہونے کا لیبل لگا دیا گیا تو یہ اس کی نیت اور اعتقاد پر حملہ ہے۔ کسی کے ایمان کا یقینی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے زیادہ اس کو ظاہر پر قیاس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہم ان بنیادی اور اہم امور کے بارہ میں یک قلم فیصلہ دے دیتے ہیں۔ اسلامی معاشرے میں دین کے بنیادی رشتہ سے منسلک ہو کر ہی ایک مسلمان زندگی کے دیگر دنیوی اور دینی احکام پر عمل کرنا اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔ اگر اس کی بنیادی رکنیت ہی ختم کر دی جائے تو وہ پیدائش سے لے کر موت تک کے معاملات میں الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ دین اسلام اور دیگر مذاہب میں یہ ایک بنیادی فرق ہے۔ یہیں سے عدم رواداری اور ظلم کی بنیاد پڑتی ہے۔ ہر مکتبہ فکر کے علماء اس پر متفق ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔ کلمہ، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ۔ صرف فروعات کی تشریحات پر اختلاف ہے۔ اُمت کے اتحاد اور اسلامی معاشرے کی ترقی سے صرف نظر کرنا ظلم ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ذاتی مفادات پر اجتماعی مفاد قربان کئے جارہے ہیں۔ فاسق، فاجر، کافر کے لیبل لگانے کو اسلام کی خدمت سمجھی جارہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام و خواص کا دینی اقدار پر یقین و عمل روز بروز کم ہو رہا ہے۔ ہماری نوجوان نسل دین کی طرف راغب ہونے کی بجائے روز بروز دور ہو رہی ہے۔ دینی مدارس، ادارے، مجالس اور محفلوں کے بارہ میں یہ تاثر عام ہے کہ یہ انتہا پسند ہیں ان میں ذہنوں کو روشن کرنے کی بجائے جکڑ دیا جاتا ہے۔ دینی علوم کی کتب کے متعلق یہ تاثر ہے کہ یہ آج کی ترقی یافتہ دور سے مطابقت نہیں رکھتیں۔ دین و مذہب کے معاملہ میں دشمن تو دشمن خود اپنے ہی بدگمانیوں کا شکار ہیں۔ پہلے تو صرف فرقوں نے جنم لیا اور ایک دوسرے پر کفر کے الزام لگے۔ اور اس طرح اسلام کے باہمی بھائی چارہ اور رواداری کا خون ہوا۔ اب ہم خود اپنے ہی دشمن ہوئے جارہے ہیں اور تباہی کے گڑھے کی طرف رواں ہیں۔ قرآن و سنت کے بنیادی اقدار کی طرف سے غفلت کی وجہ سے آج مسلم امہ بدحالی اور انتشار کا شکار ہے۔ خود مسلمانوں میں انتہا پسندی بڑھ رہی ہے۔ اسلامی معاشرہ میں آزادی خیال اور اتحاد ہی ترقی کی ضمانت ہوسکتا ہے۔ (م۔ ح۔ د)

افتتاحی خطاب ودُعا

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع ''سالانہ دعائیہ'' مورخہ 28-12-2017 بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

''سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔'' (سورۃ الفاتحہ)

سورۃ الفاتحہ کی تلاوت اور اسکے ترجمہ کے بعد اس مبارک تقریب کا آغاز ہو رہا ہے جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ تمام مہمان جو پاکستان کے مختلف علاقوں، بیرونی ممالک اور لاہور سے یہاں تشریف رکھتے ہیں میں سب کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

آج کی تاریخ 28 دسمبر ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ کل بچیوں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؒ کی کتاب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے ذریعہ پیغام پہنچایا۔ اس کو میں خاص دن سمجھتا ہوں کیونکہ وہ 27 دسمبر ہی تھی جب ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے عنوان سے حضرت مرزا صاحب کی تقریر، مولانا عبدالکریم سیالکوٹی صاحب نے 27 دسمبر 1896ء کو جلسہ مذاہب عالم میں پڑھ کر پیش کی اور یوں کل اس عظیم تقریر کے 121 سال پورے ہوئے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا صاحب کو از قبل الہاماً خوشخبری دی تھی کہ ''یہ مضمون بالا رہے گا'' اور یوں ہی ہوا۔ گو کہ تقریر کو ختم ہو جانا تھا لیکن اس کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ کچھ مقررین نے اپنا وقت بھی اسی تقریر کو جاری رکھنے کے لئے دے دیا اور اس کو 28 دسمبر کی تاریخ کو بھی جاری رکھے جانے کا فیصلہ ہوا۔ ایک طرح سے ہم ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے 121 سال منا رہے ہیں اور یہ ہمارے لئے تسلی کا موجب ہونا چاہیے کہ اس امام وقت کے ساتھ اللہ کی تائید تھی اور آپ ہی کے الہامات کے مطابق اللہ نے خوشخبریاں اور پیشگویاں ہمارے لیے بھی دے رکھی ہیں اور یوں اس جماعت کے ساتھ بھی اللہ کی تائید شامل ہے۔

دعائیہ کا آغاز اور اس کا مقصد

ہمیں اس بات کی خوشی منانی چاہیے کہ انہی تاریخوں کو جو پہلا جلسہ ہوا وہ بھی 27.28.29 دسمبر 1891ء میں ہوا اور اس کی بنیاد امام وقت نے خود ڈالی اور اس کا ایک مقصد یہ بھی رکھا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ان دنوں میں حاصل کی جائے۔ یہ خاص اللہ تعالیٰ کے دن کہلاتے ہیں یعنی 'ایام اللہ' اور ایک نئے جہاد جو اس زمانے کے امام نے اس دنیا کے ساتھ متعارف کروایا وہ ہاتھوں سے تلوار لے کر ان ہاتھوں میں قلم تھما دی کہ اب امن سے دین نے پھیلنا ہے اور اس جہاد نے قلم کے ذریعہ ہونا ہے اور یہ دعائیہ اس قلمی جہاد کا محور ہے۔ آپؑ نے اُس جلسہ سے پہلے اعلان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہر سال کیا جائے۔ اس لئے یہ مسیح الزمان کا رکھا ہوا دعائیہ ہے اور یہ دعائیہ ہمارے لئے عبادت کا رنگ رکھتا ہے اور یہ ہم تک نہیں کہ ہم فیصلہ کریں کہ یہ عبادت کی جائے یا نہ کی جائے جب امام وقت نے ایک امر کو روحانی ترقی اور اللہ کے ساتھ قربت حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور پھر اپنی جماعت کو دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی جماعت قرار دیا ہے تو پھر

ہر چیز چھوڑ کر یہاں پر آ جانا اور ان دنوں کو اکٹھے گزارنا ہمارے لئے دینی فریضہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑا جاتا ہے اور ہماری ایسی حیثیت نہیں کہ ہم فیصلے کریں کہ یہ دنیاوی نقصان ہے، یہ دنیاوی مجبوری ہے اس لئے ہم نے دعائیہ میں شامل نہیں ہونا۔ اگر ہم اس میں شامل نہیں ہوں گے تو کسی قسم کی روحانی ترقی بھی نہیں کر سکتے۔

حضرت صاحب نے فرمایا ہے: ''حتی الوسع طاقت تاریخ مقررہ میں حاضر ہونے کے لئے آئندہ زندگی کے لئے عہد کرلیں اور بدل و جان پختہ عزم سے حاضر ہو جایا کریں۔ بجز ایسی صورت کے کہ ایسے مواقع پیش آ جائیں کہ ان میں سفر کرنا اختیار سے باہر ہو''۔

اب یہ ہم نے اپنے اپنے دلوں سے پوچھنا ہے کہ ہم اس دعائیہ پر نہیں جا رہے تو کیا یہ ہمارے اختیار سے باہر ہے یا ہم چھوٹی سی وجہ کو ایک بہت بڑی وجہ سمجھ کر ایک عبادت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔

حضرت مرزا صاحب نے مزید فرمایا کہ: ''اپنے ہمراہ بچے، نوجوان اور خواتین بھی جلسہ میں شامل ہونے کے لئے لائیں تاکہ چھوٹی عمر سے ہی اُن میں تبلیغ کا جوش پڑے''

جب بچے سنیں گے نہیں کہ تبلیغ کی اہمیت کیا ہے، وہ یہاں آ کر بیٹھیں گے نہیں تو پھر اُن کو تبلیغ کی اہمیت کا کیسے پتہ چلے گا اور اگر خواتین اپنی اپنی مجبوریاں سامنے رکھ کر نہیں آئیں گی تو پھر تبلیغ کا جذبہ جو مائیں اپنے بچوں میں منتقل کرتی ہیں وہ کیسے کریں گی۔

پس منظر میں جب جب یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ دعائیہ منعقد کیا جائے تو بہت سے احباب ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے حوصلے اپنے بھی کمزور ہوتے ہیں اور وہ دوسروں کے حوصلے بھی کمزور کرتے ہیں۔ حضرت صاحب نے دعائیہ کو بہت اہمیت دی ہے کیونکہ ان میں ہمارے باہمی تعارف کا پہلو بھی ہوتا ہے، کبھی کبھی ایک ہی گاؤں میں رہتے ہوئے بھی آپس میں مل نہیں پاتے لیکن یہاں تو اللہ تعالیٰ نے وہ موقع عطا فرمایا ہوتا ہے کہ کتنے دور ممالک سے لوگ سفر کر کے یہاں تشریف لاتے ہیں اور ان سے ملاقات ہوتی ہے ان کی جماعتوں کے متعلق ساری جماعت سنتی ہے کہ کیا کیا ترقیاں ہو رہی ہیں۔ ایک میل جول اور تعلقوں میں فروغ ہو جاتا ہے لیکن اس روحانی ماحول سے جو روح ترقی کرتی ہے وہ سب سے اہم ہے اور اللہ تعالیٰ کی جو خوشنودی حاصل ہوتی ہے اس کا ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ ہم سالہا سال پوری کوشش کرتے ہیں کہ ایسے مقررین سے تقاریر کروائی جائیں، جو ہماری روحوں کو تازگی بخشیں۔

بقول حضرت مولانا محمد علی صاحب کے کہ دعائیہ کے یہ چند دن کسی ایک انسان میں بھی تبدیلی لاتے ہیں تو وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔

میں یہ دعا کرتا ہوں کہ یہ تبدیلی سب میں آئے۔ دعائیہ میں ایک اور خوبی جو بتائی گئی وہ برداشت ہے۔ کتنی مشکلات میں لوگ اپنے آرام دہ گھر چھوڑ کر یہاں آئے ہوتے ہیں۔ ایک زمانے میں تو لوگ فرشوں پر سویا کرتے تھے اب تو چارپائیاں مہیا ہو گئی ہیں۔ تو یہ قربانی اور برداشت ہے۔ ہم نے تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کیا ہوا ہے۔ دعائیہ کی وجہ سے بہت سی برکات الٰہی میسر آتی ہیں ہمارے ایمان اور معرفت میں ترقی آتی ہے اور باہمی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اکٹھے ہونے سے ہمیں یہ احساس ہوتا ہے کہ ہم تنہا نہیں اور تکالیف اور آزمائش بھی صرف ہم نہیں برداشت کر رہے یہ تمام جماعت مشترکہ برداشت کر رہی ہے۔ اگر کوئی رنجشیں اور اجنبیت ہو تو وہ مٹ جاتی ہے اور پھر بیماروں اور فوت شدگان کے لئے اکٹھی دعائیں کی جاتی ہیں۔ ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جو احباب شامل ہوئے وہ

ان احباب تک جو شامل نہ ہو سکے یہ پیغام پہنچائیں کہ یہ اگلے سال اپنی اپنی جماعتوں میں سے جتنے بھی لوگ ہوں وہ لے کر آئیں۔مجلس معتمدین کے ممبروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں کو دعائیہ میں شامل ہونے پر بھرپور توجہ دلائیں۔

17 ستمبر 2017ء کی ہماری جماعت کے لئے اہمیت:

یہ سال ہمارے لئے اس لئے ایک بڑی اہمیت کا سال ہے کیونکہ اس سال 17 ستمبر 1917ء کو حضرت مولانا محمد علیؒ کی انگریزی تفسیر اور ترجمہ قرآن جو اُنہوں نے کیا اور اسلام کی تاریخ میں ایک سنگ میل اللہ کی طرف سے عطا ہوا اس کے سو سال پورے ہوئے۔17 ستمبر 2017ء ہمارے لئے اس لئے بھی اہمیت کا دن یوں بھی بنا کہ اس دن برلن میں ایک جلسہ بھی ہماری جماعت کی طرف سے منعقد ہوا اور اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمائی۔اس سال کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے دنیا بھر میں تقریبات ہوئیں شاید ہی کوئی ایسا ملک ہو جس میں اس ترجمہ اور تفسیر کے سو سال مکمل ہونے پر احمدیوں نے خوشیاں نہ منائیں ہوں اور اس پر تقاریر نہ کروائیں ہوں۔

U K میں ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب نے ایک انگریزی کتاب لکھی Centenary of Maulana Muhammad Ali's English Translation of Holy Quran جو چھپ چکی ہے۔

اس کے علاوہ اس خوشی کو دوبالا کرنے کے لئے اس سال مرکزی انجمن نے پہلی مرتبہ صرف قرآن کا انگریزی ترجمہ بمعہ عربی متن شائع کیا ہے اور متمنی احباب کے لئے میسر ہے۔اس کے بعد انشاءاللہ ہم اس کو پاکٹ سائز میں منتقل کروائیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

میں تمام جماعتوں کا شکر گزار ہوں کہ ہر ایک دین کی خدمت کر رہی ہے، دعا ہے کہ ان کاموں کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت ہو۔خاص کر اشاعت قرآن، تقسیم قرآن اور باقی لٹریچر پر کوئی بھی کام ہو جہاں بھی ہو اللہ تعالیٰ اُس کو قبولیت عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد علیؒ کا پیغام برائے جماعت

حضرت مولانا محمد علیؒ نے 13 دسمبر 1937ء میں فرمایا اور یہ فرمان آج بھی وہی اہمیت رکھتا ہے:

”ہماری مخالفت بے شک زیادہ ہے لیکن اس کا علاج یہ نہیں کہ ہم تھک ہار کر بیٹھ جائیں بلکہ اپنی کوشش اور ہمت کو چند بلکہ دوچند کر دیں کہ مخالفت ہمیں کمزور کرنے کا موجب نہیں ہوگی بلکہ ہماری ہمت کو بڑھائے گی اور ہماری ترقی کا موجب ہوگی“

تمام مہمانوں کی توجہ اس طرف مبذول کرواتا ہوں کہ جب دعائیہ میں تشریف لائے ہیں تو ان مبارک دنوں میں بھرپور شمولیت رکھیں۔**یہ مبارک گھڑیاں گفت وشنید میں ضائع نہ کریں بلکہ یہ دن عبادت، دعاؤں، باجماعت نمازوں میں شامل ہونے کے ہیں اور جب لوگ کثرت سے باجماعت دعائیں کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبولیت حاصل کرتی ہیں**۔اس وقت کو ضائع نہ کریں اور ہمت کو قائم رکھیں۔میں شکر گزار ہوں ان لوگوں کا جو حفاظت کے کام سرانجام دے رہے ہیں۔

جو لوگ فوت ہو گئے ہیں، ضروری نہیں کہ انہی کے نام لیں جو ہماری جماعت میں یا ہماری بیعت میں شامل ہیں بلکہ ہر کوئی جو فوت ہوتا ہے اور اس کا دُکھ ہماری جماعت کے کسی بھی ممبر کو ہوتا ہے ہم اس کے لئے دعا گو ہوتے ہیں۔ہم سب یہاں مل کر ان سب احباب کے لئے دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

دُعا

اللہ تعالیٰ تمام ان لوگوں کو جو آج ہم میں نہیں ہیں چاہے وہ کتنے سال پہلے فوت ہوئے ہوں لیکن ہمارے دلوں میں اُن کی یاد ہمیشہ کی

طرح تازہ ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اُن کی نیکیاں اور اُن کی حق کے لئے قربانیاں قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نیکیاں کرنے والے اور حق کے لئے تکالیف برداشت کرنے والے بنائے اور دین پر ڈٹ کر رہنے والے اور اس پر عمل کرنے والے بنائے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ میں جتنے لوگ سفر اختیار کر کے آئے ہیں سب کا سفر اور اس کا مقصد قبول فرمائے ہر کوئی یہاں سے روحانی پیغام لے کر واپس جائے اور اس پر عمل کرنے والا بنے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوشش قبول فرما۔ اس دعائیہ کو اپنی حفاظت میں مکمل فرما۔ آمین

آخر میں میں حضرت مسیح موعود کی دعا جو جلسے میں شمولیت اختیار کرنے والوں کے لئے کی گئی ہے۔ اُسے اپنی دعاؤں میں شامل کرتا ہوں۔

آپؑ فرماتے ہیں:

"ہر ایک صاحب جو اس للہی جلسہ کے لئے سفر اختیار کرے خدا اُن کے ساتھ ہو اور اُن کو اجر عظیم بخشے اور اُن پر رحم کرے اور اُن کی مشکلات اور اضطراب کے حالات اُن پر آسان کر دیوے اور اُن کے ہم وغم دور فرمائے اور ان کو ہر تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں اُن پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھائے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ رہے۔ اے خدا، اے رحیم، اے مشکل کشا یہ تمام دعائیں قبول فرما۔" آمین

☆☆☆☆☆

مُلفُوظات

حضرت مسیح موعودؑ

"دنیا میں میرا کوئی دشمن نہیں ہے، میں بنی نوع انسان سے ایسی محبت کرتا ہوں جیسے والدہ مہربان اپنے بچوں سے بلکہ اس سے بڑھ کر۔ میں ان باطل عقائد کا دشمن ہوں جن سے سچائی کا خون ہوتا ہے۔ انسان کی ہمدردی میرا فرض ہے اور جھوٹ شرک، ظلم اور ہر ایک بدعملی و ناانصافی اور بداخلاقی سے بیزاری میرا اصول ہے۔"

☆☆☆☆

بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمّرم

حضرت مرزا غلام احمدؒ کی اپنے آقا حضرت محمد مصطفیٰؐ سے بے مثال محبت کے چند نمونے

فضل حق (اسسٹنٹ سیکرٹری)

اللہ رب العزت نے انسان کو جن بے شمار نعمتوں، قویٰ اور صفات سے نوازا ہے ان میں سے ایک صفت اور جذبہ محبت ہے۔ حکماء و دانا لوگوں کا کہنا ہے کہ دو جذبے تمام صفات انسانی کے لئے اُم یا جڑ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں سے ایک محبت اور دوسرا نفرت ہے۔ اسلام نے ان دونوں جذبوں کو اللہ رب العزت کی خوشنودی کے لئے مخصوص کر دیا ہے۔ ''الحب للہ والبغض للہ'' یعنی کسی سے محبت کی جاسکتی ہے تو اللہ کے لئے اور اگر کسی سے بغض رکھا جا سکتا ہے تو وہ بھی اللہ کی ذات کے لئے ہی رکھا جا سکتا ہے۔

اللہ کے دین سے دوری رکھنے والے اشخاص اس اصول سے عاری ہوتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ روز اول سے لوگوں نے اس عالم رنگ و بو میں ہزاروں بت تراش رکھے ہیں جن کے سامنے ان کی محبتوں کی دنیا شب و روز سرنگوں رہتی ہے اور اگر ان کی نفرتوں کی تہہ پر نظر کی جائے تو ان کے پیچھے ذاتی خواہشات اور نفسانی و دنیاوی اغراض کارفرما نظر آتے ہیں۔ دنیاوی محبتوں کا حال دیکھیں تو وہ سراسر منافقتوں، جھوٹ، فریب، دھوکا بازی، لالچ اور بے وفائی سے لبریز دکھائی دیتی ہیں۔ اگر انسان اپنے جذبہ محبت کی تسکین چاہتا ہے تو ایک ہی ایسی ہستی ہے جو محبتوں کے خلوص کی قدردان ہے۔ اس کی محبت اغراض سے پاک ہے اس کی محبت آئینہ سے زیادہ شفاف اور بے وفائی سے مبرّا و منزّہ ہے۔ وہ ہستی خالق ارض و سما کی ہستی ہے۔ یعنی اللہ رب العزت کی ہستی ہی وہ ہستی ہے جو محبت کے لائق ہے اور اگر کوئی محبوب حقیقی ہے تو وہ اللہ کی ہی ذات ہے۔ اللہ کی محبت کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی محبت کو اختیار کرنا سراسر سراب اور دھوکا ہے۔

لیکن یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کی محبت کو پایا کس طرح جا سکتا ہے تو اس کا جواب سورۃ آل عمران کی آیت 31 میں ملتا ہے کہ: ''(اے نبیؐ) کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔''

اس آیت کے مطابق اللہ رب العزت نے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کی محبت اور پیروی کو اپنی رضا و خوشنودی کا سرچشمہ قرار دے دیا ہے۔ ایک مومن کا ایمان محبت رسول صلعم کے بغیر ناقابل قبول ہے کیونکہ محبت رسول اجزائے ایمان میں سے لازمی اور ضروری جزو ہے۔ اور مومنین پر اپنی جانوں اور دنیا کی تمام تر چیزوں سے بڑھ کر اس کا حق ادا کرنا لازم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''نبی مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے'' (الاحزاب 6)

پھر فرمایا: ''(اے نبیؐ) کہہ دے اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور مال جو تم کماتے ہو اور تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے تم ڈرتے ہو اور مکان جن کو تم پسند کرتے ہو۔ تمہارے نزدیک اللہ اور رسول اور اس کی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

(التوبہ 24)

اس آیت کریمہ نے محبت کی تمام اقسام کو جمع کر دیا ہے اور یہ فرض قرار دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہر چیز پر غالب ہونی چاہیے۔

ان آیات کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کی محبت جہاں مقصود حیات انسان ہے وہاں محبت رسول صلعم بھی اس کا جزو لاینفک ہے۔

بعثت نبوی صلعم سے لے کر آج تک بے شمار محبان رسول صلعم کی مثالیں ملتی ہیں۔صحابہ کرامؓ اولین محبان رسول صلعم تھے۔ان کے بعد امت محمدیہ میں لاتعداد نظیریں حضرت محمد مصطفیٰؐ سے محبت کرنے والوں کی ملتی ہیں۔ ہر ایک نے انفرادی رنگ میں آپ صلعم سے اظہار محبت کیا۔کسی نے آپ صلعم کی سیرت لکھ کر نثر کے ذریعہ، کسی نے نظم کے ذریعہ نعت کہہ کر اور کسی نے اپ نے اعمال میں سنت نبویؐ کی کامل پیروی کے ذریعہ۔

دیکھا جائے تو محبت کی سچائی کا اظہار انہی علامات سے ہوتا ہے کہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر وقت وہ اپنے محبوب کے حسن خوبی کے تذکروں سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے۔اس کے خلاف کچھ سننا اس کو گوارہ نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے اسے بڑی غیرت ہوتی ہے۔وہ اپنے محبوب کی خاطر ہر قربانی کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ اپنے محبوب کے لئے دعائیں کرتا اور اس کے اقوال ومقاصد کو پورا کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا اور تن من دھن کی بازی لگانے سے گریز نہیں کرتا۔

کائنات میں جہاں بے شمار دیگر محبان رسول صلعم ہو گزرے ان میں ایک مثال حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی بھی ہے۔ جو اسم بامسمیٰ تھے وہ واقعی ہی احمد مصطفیٰؐ کے حقیقی غلام تھے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کو جو محبت اور عشق حضرت ختمی مرتبت جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا وہ واقعی قابل دید ہے۔محبت کے کسی بھی معیار پر کوئی حضرت اقدس مرزا صاحب کو پرکھنا چاہے تو وہ اگر منصفانہ نظر سے واقعات اور ان کی تحریر وتقریر پر نظر ڈالے تو وہ پکار اُٹھے گا کہ آپ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ومحبت درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔حضرت اقدس مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔آپ کی زندگی میں تین قسم کی محبتیں سب سے فائق نظر آتی ہیں یعنی محبت الٰہی ، محبت رسول صلعم اور محبت قرآن۔

آپ کا ہر ایک قول وفعل قرآن وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق دکھائی دیتا ہے، ہر عبادت، معاملہ اور امر میں آپ کو قرآن وسنت کی پیروی مدنظر تھی۔آپ کے اخلاق بالکل خلق محمدی کا عکس تھے، ہر لحہ ولحظہ زبان پر آنحضرت صلعم کے محامد ومحاسن کا تزکرہ آپ کے ہر وقت کا شغل تھا۔

آپ نے صرف تعریف اور محض اظہار عقیدت اور شاعرانہ رنگ میں اظہار تعشق نہیں کیا بلکہ اظہار واقعات سے آنحضرت صلعم کی عظمت اور شان کو دنیا کے سامنے نمایاں کیا۔

حضرت اقدس مرزا صاحبؒ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عشق کے چند نمونے احباب کے لئے پیش خدمت ہے تا کہ ان نمونوں سے اثر قبول کرتے ہوئے ہم بھی عشق رسول صلعم کی لو لگائیں اور محبان رسول صلعم کی حقیقی صف میں جگہ پانے کی کوشش کریں۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی بے مثال محبت آپ کی تحریرات کی روشنی میں

حضرت محمدؐ کے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کر سکتے

اے میرے دل احمدؐ کا ذکر کر جو ہدایت کا چشمہ اور دشمنوں کو فنا کرنے والا ہے جو مہربان ہے، کریم ہے اور محسن ہے، بخششوں اور سخاوت کا سمندر ہے، چودھویں کا چاند ہے، نورانی ہے اور روشن ہے، ہر بات میں اس کی تعریف کی گئی ہے، اس کا احسان دلوں کو مائل کرتا ہے اور اس کا حسن پیاس کو بجھاتا ہے، ظالموں نے اپنے ظلم کی وجہ سے اس کو سرکشی سے جھٹلایا۔۔۔۔وہ اللہ کی طرف سے نور ہے جس نے علوم کو نئے پیرایہ میں زندہ کیا، وہ مصطفیٰؐ ہے اور مجتبیٰؐ ہے اور مقتدا ہے اور اس سے عطاء طلب کی جاتی ہے، ہدایت کی بارشیں اس کی بارش میں اس کی سخاوت کے وقت اکٹھی کی گئی ہے، زمانہ اپنی آہستہ آہستہ مسلسل بارش

کو اس مقتدا کی بارش کی وجہ سے بھول گیا۔۔۔ہم اپنے نبیؐ کی ہدایت سے مولیٰ تک پہنچے ہیں، پس جو کافر کہتا ہے سب چھوڑ دو، سب قوموں میں ہلاک کرنے والی تاریکی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدرِ نور بخش ہیں اور رسول اللہ صلعم ہی میری جان کی جان ہیں اور آپؐ کے میٹھے ذکر سے ہی میں ثمر دار ہوا ہوں، پس دوسری ساری باتیں آپؐ کی باتیں لے کر چھوڑ دے اور رسول اللہ صلعم کی پیروی کر تو نجات پائے گا اور بخشا جائے گا، ہدایت کی راہ اسی کی فرمانبرداری ہے جس نے اس کے بغیر اور کچھ کہا وہ ہلاک ہوگا، جس نے حیاء کو چھوڑتے ہوئے آپؐ کے کلام کو رد کیا وہ ملعون ہوکر لوٹے گا اور پریشان کیا جائے گا اور جو شخص ہمارے رسول صلعم کے طریق کے سوا کسی اور طریق کو تقویٰ کی راہ سمجھے پس وہ شیطان ہے جو سرکشی کرتا ہے اور نکالا جائے گا، وہ نبیؐ مہربان ہے، رحمت والا ہے، امر و نہی کرنے والا ہے، اس کا وہ رتبہ ہے کہ کوئی اس میں اس کا شریک نہیں، اس کے افاضۂ خیر کی سمندر بھی برابری نہیں کرسکتے۔

(ترجمہ کرامتہ الصادقین ص 28،29، 36،42)

افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفیٰ نبیؐ

چونکہ آنحضرت صلعم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری و عصمت و حیاو صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الٰہی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھ کر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلی و اصفیٰ تھے اس لئے اللہ جل شانہ نے ان کو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا اور وہ سینہ اور دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھہرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو کہ جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفاتِ الٰہیہ کے دکھلانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالاتِ عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحفِ سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ (سرمہ چشم آریہ ص ۲۰۔۲۱ حاشیہ)

وہ نبیؐ جس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہوسکتا

میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمد صلعم ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اُس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی صلعم ہے اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہوسکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دُنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاءؑ اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار فاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافرِ نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی صلعم کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی صلعم کے ذریعہ سے اور اُس کے نور سے ملی ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 115)

کامل نبیؐ اور کامل انسان

''وہ انسان جس نے اپنی ذات سے، اپنی صفات سے، اپنے افعال سے، اپنے اعمال سے اور اپنے روحانی پاک قویٰ کے پُر زور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسان کامل کہلایا۔۔۔وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبیؐ تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام

الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفٰے صلعم ہیں۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبیؐ پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبیؐ دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح ابن مریمؑ اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ۔ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبیؐ کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے"۔ (اتمام الحجہ ص28)

''ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحیدِ حقیقی ہم نے اس نبیؐ کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبیؐ کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں، اسی بزرگ نبیؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتابِ ہدایت کی شعاع دُھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منوّر رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں''۔ (حقیقۃ الوحی ص 11)

اعلیٰ درجہ کا نور

وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسانِ کامل میں۔ جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیاء سیّد الاحیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی اُن لوگوں کو بھی جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں۔۔۔ اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سیّد ہمارے مولیٰ ہمارے ہادی، نبی امیؐ، صادق مصدوق محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی۔ (آئینہ کمالات اسلام ص160 تا 165)

صاحب کرامت نبی

ہم یقیناً جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا سب سے بڑا نبی اور سب سے زیادہ پیارا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ دوسرے نبیوں کی امتیں ایک تاریکی میں پڑی ہوئی ہیں اور صرف گذشتہ قصے اور کہانیاں ان کے پاس ہیں مگر یہ امت ہمیشہ خدا تعالیٰ سے تازہ بہ تازہ نشان پاتی ہے لہذا اس امت میں اکثر عارف ایسے پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ پر اس درجہ کا یقین رکھتے ہیں کہ گویا اس کو دیکھتے ہیں اور دوسری قوموں کو خدا تعالیٰ کی نسبت یہ یقین نصیب نہیں لہذا ہماری روح سے یہ گواہی نکلتی ہے کہ سچا اور صحیح مذہب صرف اسلام ہے۔۔۔ سو اس کامل اور مقدس نبی کی کس قدر شان بزرگ ہے جس کی نبوت ہمیشہ طالبوں کو تازہ ثبوت دکھلاتی رہتی ہے اور ہم متواتر نشانوں کی برکت سے اس کمال سے مراتب عالیہ تک پہنچ جاتے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو ہم آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں پس مذہب اسے کہتے ہیں اور سچا نبی اس کا نام ہے جس کی سچائی کی ہمیشہ تازہ بہار نظر آئے محض قصوں پر جن میں ہزاروں طرح کی کمی بیشی کا امکان ہے بھروسہ کر لینا عقلمندوں کا کام نہیں ہے دنیا میں صدہا لوگ خدا بنائے گئے اور صدہا پرانے افسانوں کے ذریعہ سے کراماتی کر کے مانے جاتے ہیں مگر اصل بات یہ ہے کہ سچا کراماتی وہی ہے جس کی کرامات کا دریا کبھی خشک نہ ہو۔ سو وہ شخص ہمارے سید و مولیٰ نبیؐ ہیں۔

محمد است امام چراغِ ہر دو جہاں   محمد است فروزندۂ زمین و زماں
خدا نگویمش از ترسِ حق مگر بخدا   خدا نماست وجودش برائے عالمیاں

(کتاب البریہ ص ۱۲۷۔۱۲۹)

شفیع نبیؐ

نوع انسان کے لئے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبیؐ کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور

یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے۔ کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے۔ مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام نے وہ متاع پائے جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ متاع پائے جس کو موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدیؐ سلسلہ موسویؑ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ (کشتی نوح ص13)

آئینہ حق نما

ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اس پاک نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعے سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے۔ اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر چیز کو بنایا اور اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے۔ جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا۔ اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی وہ ہمارا سچا خدا بے شمار برکتوں والا ہے قدرتوں والا اور بے شمار حسن والا اور احسان والا اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ (نسیم دعوت صفحہ نمبر 1)

ناموسِ رسالتؐ کے متعلق

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی غیرت

''میں سچ سچ کہتا ہوں ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں، لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبیؐ پر جو ہمیں اپنی جان اور ماں باپ سے بھی پیارے ہیں، ناپاک حملے کرتے ہیں خدا ہمیں اسلام پر موت دے ہم ایسا کام نہیں چاہتے جس میں ایمان جاتا رہے۔''

(پیغام صلح، ص۳۰)

''میرے دل کو کسی چیز نے اس قدر تکلیف نہیں دی جس قدر ان کے استہزا اور ہتک عزت نے جو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میری تمام اولاد میری آنکھوں کے سامنے ذبح کر دی جاتی اور میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جاتے اور میری آنکھیں نکال دی جاتیں اور میں اپنی تمام مرادوں سے نامراد اور ہر قسم کے آرام و آسائش سے بے نصیب کیا جاتا تب بھی یہ بات مجھ پر زیادہ شاق نہ گزرتی۔'' (آئینہ کمالات اسلام، ص۱۵)

''اگر یہ لوگ ہمارے بچوں کو ہماری آنکھوں کے سامنے قتل کرتے اور ہمارے جانی اور دلی عزیزوں کو جو دنیا کے عزیز ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتے اور ہمیں بڑی ذلت سے جان سے مارتے اور ہمارے تمام اموال پر قبضہ کر لیتے تو واللہ ثم واللہ ہمیں رنج نہ ہوتا اور اس قدر کبھی دل نہ دکھتا جو ان گالیوں اور اس توہین سے جو ہمارے رسول کریمؐ کی کی گئی دکھا۔''

(آئینہ کمالات اسلام، ص۵۲)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؒ کی زندگی میں سے محبت رسولؐ کے چند واقعات

ایک دفعہ کا واقع ہے کہ آپ اپنے مکان کے ساتھ والی چھوٹی مسجد میں جو مسجد مبارک کہلاتی ہے اکیلے ٹہل رہے تھے اور آہستہ آہستہ کچھ گنگناتے جاتے تھے اور ان کے ساتھ ہی آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی تار بہتی جارہی تھی۔ اس وقت ایک مخلص دوست مولانا عبدالکریم سیالکوٹی نے باہر سے آکر سنا تو آپ آنحضرتؐ کے صحابی حضرت حسان بن ثابتؓ کا ایک شعر پڑھ رہے تھے جو آنحضرتؐ کی وفات پر کہا تھا۔ شعر تو عربی میں ہے ترجمہ ملاحظہ کریں۔ ''یعنی اے خدا کے پیارے رسولؐ! تو میری آنکھ کی پتلی تھا جو آج تیری وفات کی وجہ سے اندھی ہوگئی ہے۔ اب تیرے بعد جو چاہے مرے مجھے تو صرف تیری موت کا

ہی ڈر تھا جو واقع ہوگئی ہے''۔

راوی کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت مسیح موعودؑ کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا اور اس وقت آپ مسجد میں اکیلے ٹہل رہے تھے تو میں نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضور! آپ کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا: میں اس وقت حسان بن ثابتؓ کا یہ شعر پڑھ رہا تھا اور میرے دل میں یہ آرزو پیدا ہو رہی تھی کہ ''کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا''۔

دنیا جانتی ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر سخت سے سخت زمانے آئے، ہر قسم کی تنگی دیکھی، طرح طرح کے مصائب برداشت کئے۔ حوادث کی آندھیاں سر سے گذریں۔ مخالفوں کی طرف سے انتہائی تلخیوں اور ایذاؤں کا مزا چکھا۔ حتیٰ کہ قتل کے سازشی مقدمات میں سے بھی گذرنا پڑا۔ بچوں اور عزیزوں اور دوستوں اور فدائیوں کی موت کے نظارے بھی دیکھے۔ مگر کبھی آپ کی آنکھوں نے آپ کے قلبی جذبات کی غمازی نہیں کی۔ لیکن علیحدگی میں اپنے رسولِ مقبول کی محبت میں یہ شعر یاد کرتے ہوئے آپ کی آنکھیں سیلاب کی طرح بہہ نکلیں اور آپ کی یہ قلبی حسرت باہر آ گئی کہ ''کاش یہ شعر میری زبان سے نکلتا''۔

پھر ایک دفعہ جبکہ آپ مولوی کرم دین والے تکلیف دہ فوجداری مقدمہ کے متعلق گورداسپور تشریف لے گئے تھے اور وہ سخت گرمی کا موسم تھا اور رات کا وقت تھا۔ آپ کے آرام کے لئے مکان کی چھت پر چارپائی بچھائی گئی۔ جب آپ سونے کے لئے چھت پر تشریف لائے تو دیکھا کہ چھت پر کوئی پردہ کی دیوار نہیں۔ آپ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا: کہ کیا آپ کو معلوم نہیں رسول پاک نے بے پردہ اور بے منڈیر چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے۔ چونکہ اس مکان میں مناسب صحن نہیں تھا۔ آپ نے باوجود شدید گرمی کے کمرے میں سونا پسند کیا۔ اس لئے نہیں کہ پردہ کے بغیر چھت پر سونا کسی خطرہ کا موجب تھا بلکہ اس خیال سے کہ آنحضرتؐ نے ایسی چھت پر سونے سے منع کیا ہے''

ایک دفعہ حضرت اقدس لاہور سے واپس قادیان تشریف لا رہے تھے کہ لاہور کے اسٹیشن پر وضو کے دوران لیکھرام نے آپ کو دیکھ کر ہندوانہ رواج کے مطابق ہاتھ جوڑ کر سلام کیا۔ آپ نے جواب نہ دیا اس نے سوچا شاید آپ نے سنا نہیں وہ دوسری جانب گیا دوبارہ سلام کیا مگر آپ نے پھر بھی توجہ نہ دی۔ کسی نے آپ سے کہا کہ لیکھرام آپ کو سلام کہتا تھا۔ کہا ''میرے آقاؐ کو تو گالیاں دے اور مجھے سلام کہے۔ میں ایسے بے ادب اور گستاخ شخص کی شکل بھی دیکھنا گوارہ نہیں کرتا''۔

ایک اور واقعہ یہ کہ لاہور کی آریہ سماج تنظیم نے ایک دفعہ جلسہ مذاہب میں تقریر کرنے کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کو دعوت دی۔ یقین دلایا اور آپ کی تسلی کر دی کہ آریہ سماج کی طرف سے کسی مذہبی راہنماء پر کوئی توہین آمیز بات نہیں ہوگی۔ چنانچہ آپ نے لیکچر لکھ کر ایک وفد کے ذریعہ آریہ سماج کے جلسہ میں بھیجا۔ وفد کے قافلہ سالار مولوی نورالدین صاحب تھے۔ لیکچر نہایت معقول اور مہذب طریق پر لکھا گیا تھا۔ اور نہایت خوبی سے جلسہ میں پڑھا گیا لیکن اس کے بعد آریہ لیکچرار نے جو لیکچر دیا تو حسب عادت آنحضرتؐ کی شان میں نہایت بے ہودہ اور گستاخانہ کلمات استعمال کئے۔ قادیان کا وفد اور دوسرے احباب جو باہر سے اس جلسہ کے لئے آئے تھے نہایت صبر و تحمل سے سنتے رہے۔ جب یہ وفد قادیان واپس آیا اور سب باتیں حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیں تو آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اور اس قدر رنج فرمایا کہ ایسا کبھی دیکھا نہیں گیا تھا۔ فرمانے لگے تمہاری غیرت نے کس طرح برداشت کیا کہ آنحضرتؐ کی شان میں گستاخی ہو رہی تھی اور تم چپ کر کے چلے آئے۔ بیٹھے رہنے کے کیا معنی تھے؟ چنانچہ اسی جوش میں آپ نے اپنی کتاب چشمہ معرفت لکھی جس نے آریہ مذہب کی جڑیں اکھاڑ دیں۔

آپ کی ایک اردو نظم کا شعر ہے:

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دین مصطفیٰ

مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار

اس شعر سے ان کی دلی کیفیت کا اندازہ لگائیے کہ وہ رسول پاکؐ کے عشق میں کس قدر سرشار تھے۔ اسی عشق نے انہیں ماموریت کا مقام دیا اسی جنون نے

ان سے وہ خدمات لیں جوایک عام آدمی کے بس میں نہیں تھیں۔اسی محبت نے ایک اصلاح یافتہ اور پاکیزہ ماحول پیدا کیا مسلمانوں کے غلط عقائد کی نفی کی۔ عیسائیوں پر ثابت کیا کہ تم جس یسوع مسیح کی پوجا کرتے ہو وہ فوت ہو چکا ہے۔ آریہ مذاہب کی ناپاک تعلیمات کی نشان دہی کرتے ہوئے ان کی روحانی پستی کو دور کرنے کی تاکید کی۔سکھ مذہب کے بانی گرونانک کے عقیدہ سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ مسلمان تھے اوراسلام کے شیدائی بھی۔غرض آپ نے اپنی آمد کی غرض بتاتے ہوئے اس بات پر ہی زور دیا کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی ذات صرف خدائے واحد کی ذات ہے۔دنیا میں اگر کوئی مذہب واجب العمل ہےتو وہ اسلام ہےاورکوئی پیغمبر جس کی اطاعت کے بغیر انسان کی نجات نہیں ہوسکتی وہ فخرالاولین وآخرین اورسیدالمرسلین وخاتم النبین حضرت محمدؐ ہیں۔

حضرت اقدسؑ کے چندعشق میں ڈوبےنعتیہ اشعار

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر میرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیرالوریٰ یہی ہے
وہ آج شاہ دیں ہے وہ تاج مرسلیںؐ ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے
جورازِ دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرماں رواں یہی ہے
اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

ہر طرف فِکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اِسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نُور ہے نُور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے
اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نُور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
تھک گئے ہم تو اِنہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
یونہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وُہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے
جل رہے ہیں یہ سبھی بُغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے
آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج اِن نُوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دِل کو اِن نُوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبرؐ سے ہمیں
ذات سے حق کی وُجود اپنا ملایا ہم نے
مصطفیٰؐ پر تیرا بے حد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
دِل کو وُہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

☆☆☆☆

نورالدین اعظمؒ

نصرت احمد (ملتان)

حضرت مولانا نورالدینؓ نے اپنی تمام زندگی قرآن اور جہاد بالقلم کرنے میں گزاردی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نیکیوں کی کچھ یاد تازہ کرلی جائے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کئی کتب میں حضرت مولانا نور الدینؓ کے حق میں تعریفی کلمات لکھے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''تمام تعریف اولاً آخراً ظاہراً و باطناً اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ وہی دنیا وآخرت میں میرا والی ہے۔ یہ مسوّدہ (یعنی نورالدین کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کے فضل، استعارے اور القاء سے لکھا ہے اے اللہ جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ تیری قوت، طاقت اور الہام سے لکھا ہے پس تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ نورالدین مشکوٰۃ نبوت کے انوار سے منور ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لیتا ہے وہ علم وحلم میں دو پہاڑوں کے برابر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کونسا زیادہ بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ نور الدین کی ذریت پر بھی دین و دنیا میں رحم فرمائے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں: نور الدین میرے احکام کی اس طرح تعمیل کرتا ہے جیسے نبض دل کی پیروی کرتی ہے۔ اِسی کے بارے میں ایک بھولا بسرا واقعہ بیان کرتی ہوں۔ بٹالہ کے قریب کا کوئی زمیندار بیمار ہوگیا اس نے یکہ پر آدمی بھیجا کہ حکیم نورالدین کو قادیان سے لے آؤ جب اس نے حکیم صاحب کو پیغام دیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو اب حضرت صاحب کی اجازت کے بغیر کہیں آتا جاتا نہیں تو کسی طرح حضرت صاحب سے اجازت لے آیا۔ حضرت صاحب نے اجازت دے دی۔ ساتھ ہی فرمایا مولوی صاحب امید ہے کہ فجر کی نماز ہم اکٹھے ہی پڑھیں گے۔ آپ نے جواب دیا انشاء اللہ ضرور۔ خیر بٹالہ پہنچ گئے مریض کو دیکھا دوائی وغیرہ تجویز کی۔ اس اثناء میں موسم خراب ہونے لگا، آندھی اور بارش کے آثار پیدا ہوگئے۔ زمیندار نے بہتیرا کہا کہ حکیم صاحب خراب موسم کی وجہ سے یکہ، ٹانگے سب گھروں کو چلے گئے ہیں۔ جب موسم ٹھیک ہوجائے گا تو انتظام کرکے آپ کو پہنچا دیا جائے گا۔ کہنے لگے خدا کے مسیح سے فجر کی نماز میں شمولیت کا وعدہ کرآیا ہوں، ٹانگیں تو سلامت ہیں غرضیکہ زمیندار کے گھر سے پیدل ہی نکل پڑے، راستے میں طوفان، آندھی، تیز بارش نے آلیا، آسمان پر اندھیرا چھا گیا۔ بٹالہ کی سڑک نہایت خستہ، کچی، ناہموار، گڑھوں سے پُر مگر یہ مردِ خدا گرتا، پڑتا، کیچڑ میں لت پت بُری حالت میں گھر پہنچے، گھر والے حیران، پریشان، جلدی سے غسل کا پانی اور صاف کپڑے رکھے۔ نہا دھو کر پانی وغیرہ پیا، کچھ حواس درست ہوئے کہ اذان ہوگئی، سیدھے مسجد پہنچے، حضرت صاحب نے ادھر اُدھر دیکھ کر کہا مولوی صاحب کدھر ہیں۔ فوراً جواب دیا حضور حاضر ہوں، مل کر نماز پڑھی۔ ہرگز منہ سے ایک لفظ نہ نکالا کہ کس مصیبت سے ساری رات 22-20 میل کا سفر پیدل چل کر آیا ہوں۔

اے نورالدین تجھ پر ہزاروں سلامتیاں و برکات ہوں تو نے مسیح کے سچے پیرو ہونے کا حق ادا کردیا۔ یہ تو حضرت صاحب کے توصیفی کلمات تھے۔ اب ذرا دنیا کی رائے بھی دیکھ لیں۔ آخری عمر میں حضرت مولانا نورالدین صاحب جب گھوڑے سے گر کر زخمی ہوگئے تو ان کے مخلص دوستوں ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، ڈاکٹر محمد حسین شاہ، حکیم محمد یحیٰی خان صاحب نے لاہور کے چوٹی کے انگریزی ڈاکٹر سدر لینڈ کو لے جانے کا فیصلہ کیا۔ جو کنگ ایڈورڈ

کالج کا پرنسپل بھی تھا۔ آخر وہ اس شرط پر مانا کہ آنے جانے کا سارا خرچہ آپ دونوں اصحاب کریں گے۔ میں ایک ہزار فیس لوں گا اور اسی دن مریض کو دیکھ کر واپس آجاؤں گا۔ یہ شرط بھی مان لی۔ راستہ میں اس نے کہا آخر وہ کونسا قیمتی وجود ہے جو میری سخت شرائط بھی آپ نے مان لیں۔ اس پر اُن کو بتایا گیا کہ وہ بھی حکیم ہیں۔ جب سدر لینڈ آپ کی چارپائی کے قریب پہنچ کر نبض دیکھ رہا تھا تو اس نے پوچھا سنا ہے کہ آپ بھی حکیم ہیں۔ حلیمی سے جواب دیا نہیں، حکیم تو خدا کی ذات ہے میں تو اس کے دیئے ہوئے معمولی علم سے انسانوں کی تکالیف میں کمی کی کوشش ہی کرتا ہوں۔ یہ جواب سن کر سدر لینڈ کرسی پر بیٹھ گیا اور لگاتار 3 روز آپ کا چیک اپ کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے نسخہ جات اپنی ڈائری میں نوٹ کرتا رہا۔ تیسرے روز رخصت ہونے سے قبل رومال میں باندھ کر 10 روپیہ نذر کیا۔

باہر نکل کر کہنے لگا افسوس کہ طب کا یہ آفتاب اب غروب ہونے کو ہے۔ اگر میں ان سے پہلے ملا ہوتا تو میرا اور ان کا علم مل کر خدا معلوم کتنی نئی معلومات کا خزانہ بنتا۔ ایک بار نواب آف بہاولپور نے علاج کے لئے بلایا۔ حضرت صاحب کی اجازت سے گئے۔ نواب صاحب جب ٹھیک ہوگئے تو کہنے لگے حکیم صاحب آپ ہمارے پاس ٹھہر جائیں ہم آپ کو 18 ہزار ایکٹر زمین دیتے ہیں۔ جواب دیا نواب صاحب آپ تو نواب ہی ہیں ہم نے تو مرزا صاحب کے لئے مہاراجہ جموں کشمیر کی نوکری چھوڑ دی جہاں آپ کو معقول ماہوار تنخواہ کے ساتھ مختلف مواقع پر خلعت کے ساتھ اشرفیوں کی تھیلی ملا کرتی تھی۔

آپ نے حضرت اقدسؑ کے ارشاد پر عیسائیوں اور آریاؤں کے اسلام پر حملوں کے جواب میں فصل الخطاب نمبر 1 اور پھر نمبر 2 نیز تصدیق براہین احمدیہ جیسی کتب لکھیں۔

جس سے وہ مسلمان جو عیسائیت میں داخل ہورہے تھے واپس اسلام کے دائرہ میں آگئے۔ جب حضرت صاحب مختصر بیماری کے بعد لاہور میں وفات پاگئے اور آپ کی نعشِ مبارک ایک ڈبہ میں اور دوسرے ڈبہ میں مولانا نور الدین اور دیگر احباب بیٹھے تھے تو مہر محمد سعید حیدر آبادی جو حضرت کی ملاقات کی غرض سے حیدر آباد دکن سے لاہور آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی ڈائری میں لکھا کہ سارے احباب غم وحزن کی تصویر بنے ہوئے تھے مگر مولانا نورالدین کی حالت دیکھی نہ جاتی، چہرہ پر سخت غم اور اضطرار کبھی سیٹ سے کھڑے ہوجاتے، کبھی بیٹھ جاتے، کبھی پیشانی کو پکڑ کر گہری فکر میں ڈوب جاتے، جیسے کوئی ناقابل تلافی نقصان ہوگیا ہو، سارا سفر ایسے ہی گزرا۔

حضرت صاحب کی وفات کے بعد اکثر فرماتے اب ہمارا دل قادیان میں نہیں لگتا۔ حضرت صاحب کے مکان کی طرف دیکھ کر فرماتے یہاں ایک مرزا رہتا تھا جب وہ نورالدین کو بلاتا تو وہ اس تیزی سے جاتا کہ نہ اس کو اپنی جوتی کی خبر ہوتی نہ پگڑی کی۔ یہ کہتے ہوئے آنکھیں ڈبڈبا آتیں۔

بھلا جس شخص کی تعریف وہ انسان کرے جو خدا کی طرف سے مجددیت، مہدویت اور مسیحیت کے مقام عالی پر فائز کیا گیا ہو۔ اس کا مقام کتنا بلند اور پُرشان ہوگا۔ آپ 13 مارچ 1914ء کو کم سن اولاد اللہ کے بھروسہ اور توکل پر چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ وہاں بھی حضرت مرزا صاحب کی معیت میں رہیں۔ آمین

☆☆☆☆

تحفۂ معراج کی قدر کرنا اُمت پر واجب ہے

احمد شجاع

ترجمہ: ''وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے محمد صلعم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف لے گیا، بابرکت بنایا تا کہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل آیت 1)

صحیح بخاری کے پندرھویں باب میں سے ایک حدیث شریف کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: '' آپ نے فرمایا کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ میرے پاس ایک آنے والا آیا اور میرا سینہ چاک کیا پھر میرا دل نکالا اور ایک سونے کا تشت لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا اس سے میرا دل دھویا گیا اور پہلے کی طرح رکھ دیا گیا اس کے بعد ایک جانور لایا گیا جو گھوڑے سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا سفید براق۔ وہ قدم وہاں تک ڈالتا تھا جہاں تک اس کی نگاہ پہنچتی تھی۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا اور جبرائیل مجھے لے کر چلے۔ سمائے دنیا پر پہنچے تو دروازہ کھلوایا پوچھا کون، کہا جبرائیل، پوچھا گیا آپ کے ساتھ کون ہے، کہا محمد صلعم، پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا، کہا ہاں، اس پر آواز آئی مرحبا کیا ہی مبارک آنے والے ہیں اور دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں اندر گیا تو میں نے وہاں آدم علیہ السلام کو دیکھا جبرائیلؑ نے کہا یہ آپ کے جد امجد ہیں ان کو سلام کیجئے، میں نے ان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا مرحبا نیک بیٹے اور نیک نبی، پھر جبرائیلؑ دوسرے آسمان کی طرف لے گئے وہاں بھی اسی طرح سے دروازہ کھلوایا گیا اور آپ کو خوش آمدید کہا گیا وہاں پر آپؐ کی ملاقات حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں، جبرائیل نے کہا یہ عیسیٰؑ اور یحییٰؑ ہیں انہیں سلام کیجئے، میں نے سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور فرمایا مرحبا نیک نبی اور نیک بھائی اور پھر تیسرے آسمان کی طرف لے گئے اور دروازہ کھلوایا اور اسی طرح سوال و جواب کا سلسلہ ہوا، اور آپ کو بتایا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے میں نے سلام کیا اور جواب میں فرمایا مرحبا نیک نبی اور نیک بھائی، اسکے بعد چوتھے آسمان کی طرف حضرت جبرائیل علیہ السلام لے کر گئے اور نبی کریم صلعم کی ملاقات حضرت ادریس علیہ السلام سے کروائی گئی اور حضرت ادریس علیہ السلام کو آپ صلعم نے سلام پیش کیا آپ کو جواب میں فرمایا کہ مرحبا پاک نبی اور پاک بھائی، پھر آپ صلعم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا وہاں آپ کی ملاقات حضرت ہارون علیہ السلام سے کروائی گئی حضرت ہارون علیہ السلام نے بھی سلام پیش کیا اس کے بعد چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا وہاں آپ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کروائی گئی انہیں سلام کیا گیا اور انہوں نے جواب میں فرمایا مرحبا نیک نبی اور نیک بھائی، پھر جب میں آگے بڑھا تو رونے لگے تو کسی نے پوچھا آپ کیوں روتے ہیں تو جواب دیا گیا کہ میں اس پر رو رہا ہوں کہ یہ لڑکا میرے بعد نبی بنا کر بھیجا گیا لیکن جنت میں اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ ہوں گے۔ پھر جبرائیل مجھے لے کر ساتویں آسمان کی طرف گئے وہاں دروازہ کھلوایا گیا اندر سے آواز آئی کون، جواب میں کہا جبرائیل، پوچھا کہ آپ کے ساتھ کون ہیں، جواب دیا گیا محمد صلعم، پوچھا گیا کیا انہیں بلانے کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا، کہاں ہاں، اندر سے آواز آئی مرحبا کیا ہی اچھے آنے والے ہیں، میں جب اندر گیا تو اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف رکھتے تھے، جبرائیل نے کہا یہ آپؐ کے جد امجد ہیں انکو سلام کیجئے، آپ صلعم نے فرمایا کہ میں نے ان کو سلام کیا اور جواب دیا گیا کہ نیک نبی اور نیک بیٹے، آپ صلعم فرماتے ہیں کہ پھر سدرۃ المنتہیٰ مجھے بلند کر کے دکھائی گئی، میں نے دیکھا کہ اس کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کی طرح بڑے بڑے تھے اور اس کے پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح ہیں، جبرائیل نے کہا یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے وہاں میں نے چار

نہریں دیکھیں دو باطنی اور دو ظاہری، میں نے پوچھا جبرائیل امین یہ کیا ہیں؟ بتایا گیا کہ جو دو باطنی نہریں ہیں وہ جنت سے تعلق رکھتی ہیں اور جو دو ظاہری نہریں ہیں نیل اور فراط ہیں، پھر بیت مامور کو بلند کر کے میرے سامنے لایا گیا وہاں میرے ساتھ ایک گلاس میں شراب، ایک میں دودھ اور ایک میں شہد لایا گیا، میں نے دودھ کا گلاس لے لیا تو جبرائیل امین نے کہا یہی فطرت ہے اور آپ اس پر قائم ہیں اور آپ کی امت بھی، پھر میری امت پر روزانہ پچاس نمازیں فرض کی گئیں پھر میں واپس ہوا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پوچھا کہ کس چیز کا حکم ہوا تو میں نے جواب دیا کہ روزانہ پچاس نمازوں کا، تو موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ کی امت میں اتنی طاقت نہیں ہے اور بنی اسرائیل کا مجھے تلخ تجربہ ہے، دوبارہ اپنے رب کے حضور جایئے اور اپنی امت پر تخفیف کے لئے عرض کیجئے چنانچہ میں لوٹا اور تخفیف کے لئے عرض کی تو دس نمازیں کم کر دی گئیں، پھر میں واپس لوٹا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے پھر وہی سوال کیا میں دوبارہ واپس لوٹا اور اس مرتبہ بھی دس نمازیں کم ہوگئیں، پھر میں دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے وہی مطالبہ کیا پھر میں واپس لوٹا تو دوبارہ دس نمازیں کم ہوگئیں، پھر میں دوبارہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو پھر مجھے واپس جانا پڑا اور دوبارہ دس نمازیں کم کروادی گئیں، پھر میں ان کے پاس سے دوبارہ گزرا تو دریافت ہوا اب کیا حکم ہوا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ روزانہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا ہے تو فرمایا کہ آپ کی امت اس کی بھی طاقت نہیں رکھتی میرا برتاؤ آپ سے پہلے لوگوں سے ہو چکا ہے اور بنی اسرائیل سے مجھے تجربہ ہے، اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر تخفیف کے لئے عرض کیجئے، آپ ؐ نے فرمایا میں اپنے رب سے بہت سوال کر چکا اب مجھے شرم آتی ہے، اب میں اسی پر راضی ہوں، آپ نے فرمایا پھر میں جب وہاں سے گزرنے لگا تو ندا آئی میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر چکا۔

معراج النبیؐ دین اسلام کے اندر بہت اہمیت کا حامل واقعہ ہے، اتنا عظیم الشان واقعہ اور اس کو کچھ سمجھنے کی ضرورت ہے، سمجھنا یہ ہے کہ اس دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے برگزیدہ بندے اپنی سب سے زیادہ محبوب ہستی حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کو اپنا عظیم ترین قرب بخشا، یہ وہ مقام ہے جس کے متعلق آپ صلعم سے پہلے انبیاء نے بھی خواہش کا اظہار کیا، تو اللہ پاک نے فرمایا جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بہت مشہور واقعہ ہے، وہ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ میں آپ کو روبرو دیکھنا چاہتا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ تم اس کی طاقت نہیں رکھتے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی نبی کریم صلعم کی شان میں فرماتے ہیں کہ آپ صلعم وجہ وجود کائنات ہیں تو یہ عظیم الشان مرتبہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے روبرو بلاتے ہیں اور خود ان سے ہم کلام ہوتے ہیں یہ وہ منصب ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ وہ مقام محمود ہے جس کا اللہ تعالیٰ بار ہا قرآن شریف میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بندے سے وعدہ کیا ہے اور یوں معراج النبی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ ثابت کیا ساری انسانیت کو کہ اس پاک بندے اور اس خوبصورت ہستی کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا مقام ہے اور اللہ تعالیٰ کس طرح اس کو آسمانوں کی سیر کروا رہے ہیں اور ایک روبرو ملاقات میں اللہ تعالیٰ ایک موقع فراہم کر رہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے وہاں بہت ساری چیزوں سے پردہ اٹھایا تو پھر واپسی سے شرف میزبانی کا حق بھی اللہ تعالیٰ نے ادا کیا اور خوبصورت تحفہ عطا کیا اور وہ خوبصورت تحفہ کیا تھا وہ تحفہ نماز کی صورت میں ہے اور نماز کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح سے عطا کیا کہ جیسے بیان ہوا اس حدیث میں پچاس نمازیں، تو گویا سارا کا سارا وقت دن رات کا نمازوں میں ہی گزرے، اور نبی کریم صلعم کا اللہ کے پاس دوبارہ جانا اور تخفیف کے لئے عرض کرنا بے مثال محبت جو اُمت کے لئے ان کے دل میں موجزن تھی یہ اس کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس حدیث کا جہاں اختتام ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے خود یہ حکم صادر فرما دیا کہ اس تخفیف کو میں نے آپ صلعم کی امت کے لئے خود کیا۔ تو سامعین کرام ذرا توجہ کیجئے کہ اتنا بڑا رتبہ جو ہمارے نبی کریم صلعم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا اور اس کے بعد اتنا بڑا تحفہ جو اللہ تعالیٰ عطا فرما کر بھیج رہے ہیں کیا ہم اس تحفے کو قبول کر رہے ہیں نبی کریم صلعم تو پہلے ہی اللہ کے مقربین میں سے تھے آپ صلعم کو کوئی ضرورت نہیں تھی، نبی تو معصوم ہوتے ہیں یہ سب کچھ جو کیا یہ

امت کی اصلاح کے لئے کیا، اگر ہم اس کو اس طرح لیں کہ معراج النبیؐ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ایک تعلق کا ذریعہ تھا اور نماز ایک تحفہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ چاہ رہے ہیں کہ انسان باقی زندگی اللہ تعالیٰ سے اس تعلق کو قائم کرنے میں صرف کرے، تو پھر اس کی اہمیت اور زیادہ کھل کر ہمارے سامنے آجاگر ہوتی ہے کہ یہ کتنی عظیم الشان چیز ہے، کتنا عظیم الشان تحفہ ہے جو نبی کریم صلعم کی وساطت سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے جاری وساری فرمایا اور اس تحفے کی کس حد تک ہم قدر کر رہے ہیں اس پر غور کریں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس درد کو، اس مقام محمود کو پہچان لیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد صلعم کو عطا فرمایا اور ان کے ذریعہ سے ساری امت کو۔ کیا ہم اس چیز کو سمجھ رہے ہیں کہ یہ سب کچھ ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہم سے کچھ چاہ رہے ہیں، اس کا کوئی مقصد اور منشاء ہے، وہ مقصد اور منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صرف اور صرف اس معراج کے فیوض و برکات کو اپنے پیارے محبوب حضرت محمد صلعم تک محدود نہیں رکھنا چاہتے، اسی لئے نبی کریم صلعم نے فرمایا نماز مومن کی معراج ہے، نبی پاک صلعم چاہتے ہیں کہ پانچ وقت اللہ کے روبرو پیش ہو کر اس مقام محمود کو آپ بھی حاصل کرنے کی کوشش کریں جو اس واقعہ کے ذریعے سے اپنے محبوب بندے کے لئے پسند فرمایا۔

یہ صرف ایک واقعہ نہیں ہے، یہ ہمارے لئے ایک بہت بڑا لمحہ فکر یہ ہے کہ جس چیز کے اوپر اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ توجہ ہے اور جس چیز کی طرف اللہ تعالیٰ ہمارے لئے توجہ دلانا چاہتے ہیں اور جو تحفہ جس انداز سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے نازل فرمایا میرا خیال ہے سب سے زیادہ ہم اسی کو پس پشت ڈال رہے ہیں۔کوئی کام ضروری آتا ہے ہم پہلے کام کو ترجیح دیتے ہیں، وہ رب العالمین جس کے کارخانہ قدرت میں ہر چیز ہے، ہمارا پیدا کرنے والا، ہمیں وجود میں لانے والا، پالنے والا، پوسنے والا، دنیا میں ہر طرح سے کامیابیاں عطا کرنے والا جب اس کی طرف سے بلاوا آجائے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ کے ذہن میں کوئی اور خیال آجائے کہ یہ کام پہلے کر لیں اور اس کو بعد میں کریں۔ یہ بات ہرگز ہرگز آپ کے دل میں نہیں ہونی چاہیے، وہ درد وہ جوش و جذبہ اپنے اندر پیدا کریں کہ آپ کے خالق و مالک کا پیغام آپ کے لئے آیا ہے، نبی پاک صلعم کے دور میں جب اذان میں حی الفلاح کا ذکر آتا تو صحابہ کرامؓ تمام کام چھوڑ کر اس فلاح کو پانے کے لئے اپنے دل کے اندر وہ درد محسوس کرتے ہوئے کہ ہمارے خدا نے ہمیں بلایا ہے اور بھلائی کے رستے کے لئے بلایا ہے، اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں ہے، ہمیں ضرورت ہے، ذرا توجہ کی ضرورت ہے کہ کیا خوبصورت مثالیں ہمارے سامنے ہیں اور ہماری صورت کیا ہے۔

ہم سب احمدی کہلاتے ہیں، اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے ماننے والے اور ان کو ماننے سے جو آپ سمجھتے ہیں کہ آپ ایک کشتی نوح میں سوار ہو چکے ہیں اور اس کشتی کو بچانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہے، لیکن اس کشتی میں سوار ہو کر ہم نے کیا حاصل کیا ہے، زمانے بھر کے سامنے تذلیل برداشت کی، دنیا بھر نے نبی پاک صلعم کی طرح ہمارے ساتھ بھی بائیکاٹ کر دیا، رشتے ناطے ختم کر دیئے گئے، مسجدیں مسمار کر دی گئیں، اتنا سب ہونے کے باوجود بھی ہم ڈٹے ہوئے ہیں ہم ماریں کھا رہے ہیں، ہم غم اٹھا رہے ہیں کیوں؟، کیوں ہم اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں، احمدی ہونے کے بعد جو سب سے بنیادی چیز تھی وہ کیا تھی، وہ انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا تھا، وہ تعلق قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مامور کو دنیا میں بھیجا تھا، حضرت اقدسؒ اس لئے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات کو ثابت کر دیں یا وہ ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں سے لڑائیاں لڑتے رہیں یہ سب کچھ تو ان کے بہت چھوٹے چھوٹے کام تھے، مجھ ناچیز کی رائے میں جو ان کا سب سے اہم کام تھا جو انہوں نے بار بار اپنی تحریرات میں ذکر کیا ہے، وہ وہ چیز ہے جس میں وہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ دین اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور اس دین اسلام کا جاری کرنے والا خدا ایک زندہ خدا ہے اور وہ خدا آج بھی بولتا ہے اور اسی بولنے کو ثابت کرنے کے لئے انہوں نے بار ہا سب کو دعوت دی کہ قادیان آؤ میں تمہاری خدا سے ملاقات کرواؤں، یہ ملاقات کیسے ہوتی ہے، کیا جادو کی چھڑی تھی آپ کے پاس، آپ کے اصحاب نے مشاہدہ کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان کا تعلق کیسے ہوتا ہے، اور خدا آج بھی اپنے پیارے بندوں سے ہم کلام ہوتا ہے اور کیسے انکو مقام محمود کی طرف لے جاتا ہے اور وہ تعلق پیدا کرنے کا جو واحد ذریعہ ہے وہ نماز ہے، آپ نے یہ ثابت کیا کہ یہ زندہ

مذہب اور یہ زندہ خدا اس کا بولنا، اور اس کا آپ سے ہم کلام ہونا، آپ کو رہنمائی عطا کرنا، اس کا صرف ایک ذریعہ ہے وہ صرف نماز ہے اور نماز ہے کیا؟ جب آپ دنیا کے سامنے مشکلات و پریشانیوں کا مقابلہ کرتے کرتے تھک کر چور ہو جاتے ہیں اور آپ کے قدم ڈگمگانے لگ جاتے ہیں اور تمام رستے مسدود ہو جاتے ہیں تو اسی وقت آپ کے دل میں ایک خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ ایک ذات اور بھی ہے، ایک سپریم طاقت ابھی ہے، ساری دنیا پیچھے ہٹ جائے چونکہ ہمارا ایمان ہے ان اللّٰہ معنا تو اس ایمان کے ساتھ ہمارا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہمارے ساتھ شامل حال رہیں گی اور وہ تب شامل ہوں گی جب آپ باوضو ہو کر اللہ کے حضور کھڑے ہو جاتے ہیں اور اپنی تمام تر پریشانیاں اور مشکلات اور حاجات اس ذات کے سامنے پیش کر دیتے ہیں، خدا تعالیٰ آپ کی اس عاجزی اور انکساری کو بہت پسند فرماتے ہیں، اور خدا تعالیٰ کبھی بھی جیسا کہ اس کا وعدہ ہے وہ کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ کوشش کو کبھی رایئگاں نہیں جانے دیتا اور وہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ایک قدم چل کر آؤ میں دس قدم تمہاری طرف بڑھاؤں گا، اگر آپ اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں تو وہ تعلق صرف اور صرف نماز سے پیدا ہوگا جو نبی کریم صلعم نے حکم دیا ہے اس تعلق کو آپ اگر قائم کرنے کیلئے کھڑے ہو گئے تو یہ کیسے ممکن ہے وہ پاک ذات آپ کو نہ تھامے اور آپ کی ساری مشکلات اور پریشانیاں دو رکرتے ہوئے اگلی منزل کی طرف گامزن نہ کر دے۔

اس بات کا عہد کر لیجئے، اس جماعت کے ساتھ جب آپ نے وابستگی کا عہد کیا اور دس شراط بیعت پڑھ لیں اور دیکھیں تو اس میں سب سے زیادہ اشارہ اس بات پر کیا گیا ہے کہ باجماعت نماز قائم کرنے کا وعدہ، صرف اور صرف میں اپنی مختصر اور چھوٹی سی بات میں آپ کی توجہ دلاتا ہوں کہ کیا ہم اس عہد کو نبھا رہے ہیں، دوستو اس چیز کی طرف ہمیں بے حد توجہ کی ضرورت ہے، میں یہاں پر بہت زیادہ ایک بات کہنے کے لئے مجبور ہوں کہ ہمارے موجودہ امیر ایدہ اللہ تعالیٰ جب سے تشریف لائے میں ان کا مشکور ہوں چونکہ انہوں نے ہمارے دوبارہ سے جذبے جوان کیے کہ نماز ہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے ہم اپنی مشکلات کا حل ڈھونڈ سکتے ہیں، جس سے ہم اللہ کے ساتھ وہ تعلق قائم کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مقام محمود پر پہنچا دے جس پر پہنچانے کے لئے نبی کریم صلعم دنیا میں تشریف لائے، جس کے لئے اللہ کے مامور نے بہت زیادہ کاوشیں کیں اور جماعت قائم کی، اس جماعت کا صرف ایک مقصد ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنا، اور دین کا جو سب سے بڑا ستون ہے، ہم سوچیں کہ اس کی کیا حالت ہے، اگر اس ستون کو ہم قائم نہ کر سکیں تو دوستو دین دنیا پر کیسے مقدم ہوگا؟ ہم پانچ نمازوں کے لئے جو تھوڑا سا وقت ہمیں درکار ہے ہم اس پر پورا نہ اتریں تو معذرت کے ساتھ ہم دین کو دنیا پر مقدم نہیں کر سکیں گے، دنیا کے کناروں تک پھیلانا تو بہت دور کی بات ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اللہ تعالیٰ سے وہ تعلق پیدا کریں جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، آپ صلعم نے فرمایا نماز اس طرح ادا کرو جیسے تم اللہ کو دیکھ رہے ہو جیسے تم معراج کی حالت میں ہو۔

میں ایک چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گا کہ جماعت کو اس کسوٹی پر رکھنا چھوڑ دیں کہ جماعت نے ہمیں کیا دیا، یہ ہمارا فرض ہے کچھ دینا، جماعت کے ممبر ہم ہیں، یہ ہم لوگ ہیں جو اس سے وابستہ ہیں اور ہم ہی لوگ ہیں جو اس کو کسی منزل کی طرف لے کر جائیں گے۔ آپ کا احمدی ہونا کسی کام کا نہیں اگر آپ کی آنے والی نسلیں احمدی نہ ہوں، کیوں سوچتے ہیں جماعت نے آپ کو کیا دیا، کچھ نہیں دینا چاہیے جماعت کو، یہ آپ کا کام ہے جماعت کو دینا، جماعت انسانوں سے بنتی ہے، ہم کیوں آگے نہیں بڑھتے، ہم کیوں نہیں سوچتے کہ جماعت آگے کیسے بڑھے گی، ہم اپنا محاسبہ نہیں کرتے کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ کتنی نمازیں پڑھتے ہیں، قرآن کیسے پھیلے گا، کتنے لوگ ہیں جنہوں نے بیان القرآن ترجمہ وتشریح سے پڑھا، حضرت صاحب نے کہا کہ جہاد کا وقت ختم ہو گیا یہ سب قلم سے پھیلے گا، یہ کیسا قلم ہے، ہم نے تو ان کا لکھا ہوا نہیں پڑھا، جب تک وہ نہیں پڑھیں گے تو اپنے اندر وہ جذبہ کیسے قائم ہوگا، میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اندر وہ جوش و جذبہ پیدا کرے کہ ہم سچے اور پکے مسلمان اور پکے احمدی بن جائیں اور ہم سب مل کر اپنے قائد حضرت امیر کی زیر نگرانی اس مشن کو آگے بڑھائیں اور سب سے پہلے جس کے لئے نبی کریم صلعم دنیا میں آئے کہ آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کیا جائے۔ تعلق باللہ کی دولت عظمیٰ سے نوازا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس دولت کو سمیٹنے اور اپنانے کی اور آگے ساری زندگی اس پر عمل پیرا رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خدا کی نظر میں حقیقی مومن کون؟

قاری فضل الٰہی

مومن یقیناً کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو لغو سے منہ پھیرنے والے ہیں اور جو پاکیزگی کے لئے کام کرنے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا ان سے جن کے داہنے ہاتھ مالک ہوئے تو وہ ملامت کیے گئے نہیں۔ لیکن جو اس سے آگے نکلنا چاہے وہ حد سے بڑھنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہدوں کا پاس رکھنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں یہی وارث ہیں جو فردوس کو ورثہ میں لیتے ہیں وہ اس میں رہیں گے۔ (المومنون: ۱ تا۱۰)

مومن درحقیقت وہی شخص ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت نبی کریم صلعم کی رسالت اور آپؐ کے بتائے ہوئے تمام عقائد و احکام پر دل سے یقین رکھتا ہے اور اس شخص کو اس بات کا پختہ یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلعم نے انسانوں کو جو احکام دیئے ہیں وہی ان کی دین و دنیا کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اس ایمان کا لازمی تقاضہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلعم کے بتائے ہوئے راستے اور ہدایات کے مطابق گزارے۔

ایک مومن کی بنیادی صفت یہ ہے کہ اس کی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق ہو۔ وہ اپنے ہر کام نقل و حرکت میں پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجازت ہے یا نہیں۔ اجازت ہوتی ہے تو کرتا ورنہ رُک جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی زندگی اپنی نفسانی خواہشات کے بہاؤ بہنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بسر ہوتی ہے۔ مومن کی یہ صفات جو اطاعت خداوندی سے پیدا ہوئی ہیں بے شمار ہیں۔

لیکن اگر اختصار اور جامعیت سے کام لیا جائے تو مومن کی حفاظت خاص طور پر زندگی کے پانچ شعبوں سے متعلق ہو:

عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق۔ عقائد کے شعبے میں مومن کی بنیادی صفت قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ ان ہدایات پر جو آپؐ پر نازل کیا گیا اور ان ہدایات پر جو آپؐ سے پہلے پیغمبروں پر نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ (البقرہ)

عبادت کے شعبے میں مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف اور صرف اللہ کا بندہ سمجھتا ہے۔ اللہ کے سوا کسی کو پوجتا ہے نہ کسی کے آگے جھکتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اللہ کے سوا کسی کی قدرت اور اختیار سے کسی مدد کا طلبگار ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جتنے عبادت کے طریقے مقرر کیے ہیں ان سب کو پورے اخلاص عاجزی اور احساس بندگی کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''فلاح وہ مومن حاصل کریں گے جو اپنی نمازوں میں خشوع سے کام لیتے ہیں۔'' (المومنون)

اور معاملات کے شعبے میں مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی بات کا سچا اور وعدے کا پکا ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکا فریب بدعہدی کا معاملہ نہیں کرتا اور بے جا طریقے سے دوسرے کا حق غصب کرنے کی فکر میں نہیں رہتا۔ خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے: ''اور وہ مومن فلاح یافتہ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا پاس کرنے والے ہیں'' (المومنون)

لفظ، امانت کے لغوی معنی میں ہر وہ چیز شامل ہے جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس کے معاملہ میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہو اور چونکہ ایسی

امانت کی بہت سی قسمیں ہیں اس لئے قرآن کریم نے اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تا کہ اس میں امانت کی تمام قسمیں شامل ہو جائیں۔ اس میں مالی امانت تو ظاہر ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا کوئی مال کسی کے پاس رکھ دیا ہو تو یہ اس کی امانت ہے جسے واپس کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کی ہو تو یہ بھی اس کی امانت ہے گویا کہ مومن کی صفت یہ ہے کہ اسے اپنے معاشرے کا پاس ہوتا ہے وہ جیسا معاہدہ کرتا ہے اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ معاملات کی صفائی امانت داری اور معاہدے کی پابندی مومنین اولیٰ کی صفت رہی ہے جسے دیکھ کر ماضی میں بہت سے کافر مسلمان ہوئے۔

عبادت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی توبہ سے ہوسکتی ہے لیکن اگر انسانوں کے معاملات میں اگر کسی کا حق تلف کر لیا جائے یا حقوق العباد کو تلف کرنے کی تلافی توبہ سے بھی ممکن نہیں۔ جب تک صاحب حق کو اس کا حق نہ پہنچا دیا جائے یا وہ خوش دلی سے از خود معاف نہ کر دے۔

زندگی کا چوتھا شعبہ معاشرت ہے یعنی دوسروں کے ساتھ میل جول اور باہمی تعلقات کے انداز۔ اس شعبے میں ایک مومن کی بنیادی صفت سرکار دو عالمؐ نے یہ بیان فرمائی ہے۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان لوگ محفوظ ہوں (حدیث نبوی)

''اور مومن وہ ہے جس سے دوسروں کو اپنی جان و مال کے معاملے میں کوئی خطرہ نہ ہو۔'' (حدیث نبوی)

اسلام کے نظام معاشرت کے تمام احکام اس بنیادی اصول کے گرد گھومتے ہیں کہ ہر مسلمان اس بات کی طرف توجہ کرے کہ اس کے کسی طور طریقے اور کسی عمل سے دوسروں کو کسی قسم کی جسمانی یا نفسیاتی تکلیف نہ ہو۔ کسی شخص کو دل آزار باتیں کہنا کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا کسی کی چغلی کھانا، کسی کے ساتھ بدگمانی میں مبتلا ہونا، کسی کے عیوب کی جستجو کرنا، کسی کی اجازت کے بغیر اس کی خلوت میں مخل ہونا، یہ سب وہ گناہ ہیں جنہیں قرآن کریم نے صریح الفاظ میں ممنوع قرار دیا ہے اور ایک مومن کی صفت ہے کہ وہ اس قسم کی تمام گھٹیا باتوں سے مکمل پرہیز کرتا ہے۔

آخری شعبہ اخلاق ہے اور اس شعبے میں نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ''مکمل ایمان ان ہی لوگوں کا ہے جو خوش اخلاق ہوں'' (حدیث نبوی) خوش اخلاقی کا مطلب ہے کہ انسان میں تکبر کی بجائے تواضع اور انکساری ہو۔ بخل کی جگہ سخاوت، بزدلی کی بجائے بہادری، سخت مزاجی کی بجائے رحم دلی، جلد بازی کی بجائے تحمل، زبان درازی کی بجائے خوش کلامی اور فحش کے بجائے عفت پاکیزگی پائی جاتی ہو۔ اس سے مل کر اس کی باتیں سن کر اس کے کردار دیکھ کر دوسروں کو فرحت حاصل ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسانی شرافت کی جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں ایک مومن کو ان سب کا مجموعہ ہونا چاہیے اور جس انسان میں ان صفات کی جتنی کمی ہے اتنا ہی اس کا ایمان نامکمل ہے۔ اور جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ خواہ قانونی طور پر مسلمان ہی کہلائے لیکن جس قسم کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلعم کو مطلوب ہے اس سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات سے آراستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆☆

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا عشق قرآن

سلمان شکیل (لاہور)

خدا تعالیٰ نے انسانیت کی فلاح اور اصلاح کے لئے آدمؑ سے لے کر ہمارے نبی کریم صلعم تک آسمانی صحائف اور کتب نازل کیں تا کہ انسان خدا کے احکام اور قوانین سے آگاہ ہو اور ان کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں۔ مگر سب سے اعلیٰ اور کامل شریعت خاتم النبیینؐ کو قرآن کی شکل میں عطا کی گئی تو اس کے ساتھ ہی حکم دیا گیا کہ اب تا قیامت یہی کتاب، یہی شریعت اور یہی قانون لاگو رہے گا۔ اب تمام فلاح اور تمام کامیابی اسی کتاب ہدایت سے روشنی حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے سے منسلک ہے۔ اس زمانے کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے جب جماعت کی بنیاد ڈالی تو اس کا ایک بنیادی مقصد یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم اور قرآن کے معارف لوگوں کے دلوں میں اجاگر کیے جائیں اور مسلمانوں کے دلوں میں قرآن کی محبت ڈالی جائے۔ آپ کے دل میں قرآن سے اس قدر محبت تھی کہ آپ نے قرآن 10 ہزار مرتبہ پڑھا اور آپ کی تحریرات، تقاریر، کتب اور مضامین قرآن کی تعلیم سے پر ہیں۔

آپ کو قرآن کریم اولاد سے بھی بڑھ کر پیارا تھا

قرآن کریم کے لئے وہ غیرت تھی کہ اولاد کی بھی اس کے سامنے پرواہ نہ تھی۔ ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ میاں مبارک احمد صاحب سے جو چھوٹے سے تھے اور آپ کو نہایت پیارے تھے قرآن کریم کی بے ادبی ہوگئی۔ اگرچہ آپ بچوں کو مارنے کے سخت مخالف تھے لیکن حرارت دینی سے بے اختیار ہو کر اُن کے منہ پر آپ نے ایک ایسا طمانچہ مارا کہ اُن کا چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا کہ ”اس کو میرے سامنے سے ہٹالو ابھی یہ حال ہے تو آگے چل کر کیا ہوگا“۔ آپ کے مریدوں میں سے کوئی شخص اگر اپنا بچہ آپ کی خدمت میں سلام کے لئے پیش کرتا تو سب سے پہلے دریافت فرماتے کہ ”قرآن شریف پڑھا ہے؟“ گویا بچوں کی تعلیم میں آپ کے نزدیک قرآن شریف سے بڑھ کر کسی اور چیز کی اہمیت نہ تھی۔

آپ کا وظیفہ قرآن کریم تھا

صوفیوں نے تزکیۂ نفس کے لئے طرح طرح کے چلّے اور وظائف اور اوراد بنا رکھے ہیں مگر حضرت اقدس مرزا صاحب کا وظیفہ ہمہ وقت قرآن تھا۔ آپ پر بھی ایک وقت ایسا آیا کہ آپ نے دنیا سے الگ ہو کر ایک مجاہدہ اختیار کیا اور یہ کئی ماہ کا لمبا مجاہدہ تھا مگر اس مجاہدہ میں بھی آپ کا وظیفہ صوم وصلوٰۃ کے علاوہ فقط قرآن کریم تھا گویا آپ نے اپنے عمل سے یہ دکھلا دیا کہ اگر کوئی مسلمان مجاہدہ اختیار کرنا چاہتا ہے یا تزکیۂ نفس کے لئے ریاضت شاقہ کی ضرورت محسوس کرتا ہے تو وہ مجاہدہ اور ریاضت شاقہ قرآن کریم کا مطالعہ اور اس کے مطالب پر غور وخوض ہے۔ تاریخ تصوّف میں آپ کا یہ کارنامہ آب زر سے لکھا جانے کے قابل ہے۔

قرآن کریم سے آپ کا تعشّق

قرآن کریم کی محبت حضرت اقدس مرزا صاحب کے دل میں اس قدر بسی ہوئی تھی کہ جہاں آپ نے اپنے اشعار میں اللہ تعالیٰ سے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اظہار تعشّق کیا ہے جو پہلے بھی عاشقانِ خدا اور رسول کرتے رہے ہیں۔ وہاں آپ نے قرآن کریم سے بھی اظہار تعشّق کیا ہے۔ اور بقول ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم یہ خصوصیت حضرت مرزا صاحب کی ایسی ہے جو تمام تاریخ اسلام میں الگ نمایاں نظر آتی ہے اور اس امت مرحومہ کے کسی اور فرد میں نظر نہیں آتی۔ بطور نمونہ میں آپ کی چند نظموں میں سے دو دو چار چار اشعار یہاں درج کرتا ہوں۔ پوری نظمیں دیکھنی ہوں تو کتاب دُرِّثمین ملاحظہ فرمائیں جس میں آپ کی کل نظمیں جمع کی ہوئی ہیں اور جو قابل دید ہے:۔

جمال وحسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ یہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بُستاں ہے
ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کی ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے
خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

قرآن کریم کی محبت سے بھرے ہوئے اسی قسم کے اشعار سینکڑوں ہیں جو آپ کے دل اور قلم سے نکلے ہیں جنہیں پڑھ پڑھ کر اس خیال سے حیرت ہوتی ہے کہ جس شخص کے دل میں قرآن کریم کی اس قدر محبت ہے کہ وہ قرآن کریم کی خوبیوں کا نقشہ کھینچتا چلا جاتا ہے اور تھکتا نہیں۔ جس کی قرآن کریم کی تعریف کے صرف اشعار کی ایک کتاب بنتی ہے۔ اگر قرآن کا ایسا پُر جوش عاشق جس کے جذبۂ محبت سے ہزاروں اور دل بھی روشن ہو جاتے ہیں۔ کاذب اور قرآن کا دشمن ہے جیسا کہ مکفر مولویوں کا خیال ہے تو دنیا میں صدق اور وفاداری کو کہاں تلاش کریں؟

قرآن کریم کی اطاعت

قرآن کریم کی محبت حضرت اقدس مرزا صاحب کے نہ صرف دل میں اور زبان پر تھی بلکہ عمل سے اس قدر نمایاں تھی کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔ آپ کے تمام اقوال اور اعمال قرآن کریم کی اطاعت سے پُر تھے۔ خود ہی ارشاد فرماتے ہیں:۔

یک قدم دُوری ازاں روشن کتاب نزد ما کفر است وخسران وتباب

عظمتِ قرآن کو مخالفین کے مقابلہ میں ثابت کر کے دکھایا

قرآنِ کریم کی عظمت کو مخالفین اسلام کے مقابل پر جس خوبی کے ساتھ حضرت اقدسؑ مرزا صاحب نے ثابت کر کے دکھایا ہے اور ان کو لاجواب کیا ہے اس میں آپ کی نظیر متکلمین میں نہیں ملے گی۔ آپؑ نے تحدی کے طور پر تین باتیں مخالفین کے سامنے پیش کیں اور ان سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی آسمانی کتاب کو ان میں سے کسی ایک معیار پر پرکھ کر دکھائیں۔

(۱): اوّل یہ کہ قرآنِ کریم تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے اور کوئی مذہبی صداقت ایسی نہیں پیش کی جاسکتی جو کسی مذہبی کتاب نے پیش کی ہو یا آج کسی شخص کے ذہن میں آسکے اور وہ قرآنِ کریم میں موجود نہ ہو۔ اور جو مذہبی صداقت بھی اس میں ہے وہ اپنی کامل اور مکمل شکل میں ہے۔

(۲): قرآنِ کریم نے تمام عقائد باطلہ کی جو دنیا کی کسی قوم میں پائے جاتے ہوں تردید کی ہے۔

(۳): قرآن کریم نہ صرف ہر ایک دعوے کو خود پیش کرتا ہے بلکہ اس کے دلائل بھی خود دیتا ہے۔ اب میں ہر ایک قلب سلیم رکھنے والے بزرگ سے دریافت کرتا ہوں کہ جو شخص قرآن کریم کی اس عظمت کو ظاہر کرتا ہے اور نہ صرف ظاہر کرتا بلکہ دلائل سے پایۂ ثبوت کو پہنچا دیتا ہے۔ کیا اس شخص کو دشمنِ اسلام قرار دینا ظلم عظیم نہیں؟ حضرت اقدسؑ مرزا صاحب وہ شخص ہیں جنہوں نے اس کتابِ الٰہی کو جسے اس زمانہ میں مسلمانوں نے محض تعظیم کے لئے گھروں میں رکھا ہوا تھا یا زیادہ سے زیادہ تلاوت کے ثواب کے لئے سمجھا ہوا تھا۔ جنگِ مذاہب میں دنیا کا زبردست ترین حربہ ثابت کیا مگر اس ناشکری کا کیا علاج کہ اسی عظیم الشان محسن کو ہمارے مکفّر علما نے دشمنِ اسلام ثابت کرنے کی کوشش کی۔

قرآن کریم کو ایک علم وحکمت کی کتاب ثابت کیا

حضرت اقدس مرزا صاحب نے نہ صرف غیر مذاہب کے مقابلہ پر قرآن کریم کی عظمت کو ظاہر کیا بلکہ آپ نے قرآن کریم کو ایک علم وحکمت کی کتاب بھی ثابت کیا اور یہ دکھایا کہ آج جس قدر وساوس اور اعتراضات دہریت اور مادی تعلیم سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان سب کا علاج بھی قرآن شریف میں موجود ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی دکھایا کہ جس قدر علم اور سائنس دنیا میں ترقی کرے گی اسی قدر قرآن کریم کی عظمت بھی زیادہ ظاہر ہوگی۔

الغرض حضرت مرزا صاحب نے قرآن کو ایک ایسی کتاب کے طور پر پیش کیا جس میں ہدایت اور روشنی ہے جو ہر انسان کی فلاح اور اصلاح کا موجب ہے۔ ہماری کامیابی صرف اور صرف قرآن کی تعلیم پر عمل کرنے سے اور اس کو دوسروں تک پہنچانے سے وابسطہ ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد نے اپنی زندگیاں اس کے لئے صرف کر دیں کہ قرآن کو دنیا تک پہنچانا ہے۔ اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم ان کے اس مشن کو آگے بڑھائیں کہ یہی ہماری زندگی کا اصل مقصد ہے۔ ماخوذ ''کتاب مجدد اعظم''

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں سرگرمیاں

رپورٹ ماہ دسمبر 2017ء اور جنوری 2018ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام، برلین مسجد)

جرمن ترجمۃ القرآن

از حضرت مولانا صدرالدین صاحب مرحوم ومغفور

پاکستان میں دو ماہ کے قیام کے دوران امام مسجد برلین نے جرمن ترجمۃ القرآن کی دس سورتوں کی نظر ثانی شدہ اغلاط کو چیک کیا۔ ان کی کوشش ہے کہ حضرت مولانا صدرالدین صاحب کے جرمن ترجمۃ القرآن کا نظر ثانی شدہ ایڈیشن جلد از جلد شائع ہو سکے۔ یاد رہے کہ اس ایڈیشن کے لئے گرانقدر عطیہ ہمارے نائب صدر اور انتہائی محترم جناب میاں عمر فاروق صاحب نے فراہم کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

امن کی ریلی میں شرکت

19 دسمبر۔ اس تاریخ کو قیصر ولیم میموریل چرچ کے قریب واقع ہونے والے بس کا دہشت گرد حملہ کی یادگار تقریب منعقد ہوئی۔ اسی چرچ پر گذشتہ سال اگست میں ہماری جماعت نے اس اندوہناک حادثہ میں ہلاک ہونے والوں کی یاد میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا تھا۔ امام مسجد کی نمائندگی کرتے ہوئے یاسر عزیز صاحب نے اس یادگاری تقریب میں شمولیت کی۔ منتظمین نے یاسر عزیز صاحب کو کئی اہم انتظامی ذمہ داریاں سونپیں۔ اس تقریب میں برلین کے ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے اس میں گرمجوشی سے حصہ لیا۔ منتظمین نے برلین مسجد کی طرف سے اس تقریب میں شرکت کو سراہا۔

ڈینش چرچ کی کرسمس تقریب میں برلین مسجد کی نمائندگی

25 دسمبر۔ ڈینش چرچ کی طرف سے کرسمس کے موقع پر ایک بھرپور پروگرام کا اہتمام کیا گیا اور امام مسجد برلین کو مدعو کیا گیا تھا۔ یاسر عزیز صاحب نے امام مسجد برلین کی نمائندگی کی۔ اس موقع پر انہوں نے خصوصی تحفہ کا کیک پیش کیا جس پر چرچ والوں نے شکریہ ادا کیا۔ ڈینش چرچ نہ صرف برلین مسجد کی ہمسائیگی میں ہے بلکہ ان کے ہمارے ساتھ نہایت دوستانہ تعلقات ہیں اور ہم ایک دوسرے کی تقریبات میں بالالتزام شریک ہوتے ہیں۔

بین المذاہب تقریب میں شرکت

16 جنوری۔ ''اے کے آر'' بین المذاہب تنظیم کی برلین شاخ کے اجلاس میں یاسر عزیز صاحب نے امام مسجد برلین کی نمائندگی کی۔ اس اجلاس میں سال 2018ء کے پروگرام پر گفتگو ہوئی۔ اس میں مختلف مذہبی تنظیموں کے نمائندوں نے نہ صرف پروگراموں کی تعریف کی بلکہ ان کی سرگرمیوں سے مختلف مذاہب میں قریبی تعلقات اور ہم آہنگی میں اضافہ کے موثر اثرات مرتب ہونے کو سراہا۔

ڈچ ٹی وی کی برلین مسجد میں آمد

20 دسمبر۔ ایک ڈچ ٹی وی چینل کی ٹیم برلین مسجد آئی۔ انہوں نے مسجد کی تاریخ کے متعلق معلومات اکٹھی کیں اور دستاویزی فلم بھی بنائی۔ بنیادی موضوع یہ تھا کہ کیا اسلام میں ایک عورت امامت کے فرائض انجام دے سکتی ہے یا نہیں۔ حال ہی میں برلین میں ایک جگہ ایک خاتون نمازیں پڑھا رہی ہیں اور نماز جمعہ کی

امامت بھی کر رہی ہیں جس پر عمومی طور پر جرمنی میں یہ بات بحث وتمحیص کا موجب ہے۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ جرمنی اور دیگر یورپی میڈیا برلین مسجد کے خیالات کو ہر ایک اہم مسئلہ میں ایک خاص اہمیت دیتی ہے اور یہ انٹرویو اسی سلسلہ میں لیا گیا۔

مصر سے مہمانوں کی آمد

مصر سے دو افراد مسجد کے قریب ایک جگہ تقریباً ایک ہفتہ ٹھہرے۔ وہ مسجد میں باجماعت نمازیں ادا کرتے رہے۔ قائمقام امام یاسر عزیز صاحب نے ان کو مدعو کیا اور مسجد سے متعلق تازہ ترین سرگرمیوں سے ان کو مطلع کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے ایک عزیز جو جرمنی کے شہر ڈوس برگ میں اب رہائش پذیر ہیں۔ وہ ماضی میں تقریباً 20 سال تک مسجد برلین میں رہے اور مسجد کے اجتماعات میں شریک ہوتے اور نمازیں ادا کرتے رہے۔

انسانی حقوق پر تحقیق کرنے والے ایک برطانوی طالب علم کی مسجد میں آمد

12 جنوری۔ ایک برطانوی طالب علم خاتون محترمہ آرٹن جو اسلامک ہیومن رائٹس کمشن کے ایک جائزہ رپورٹ کے سلسلہ میں برلین مسجد تشریف لائیں انہوں نے اس سلسلہ میں جمعہ کے دن لوگوں میں ایک سوالنامہ تقسیم کیا۔ اس کا مقصد برلن میں مسلمانوں کی آراء معلوم کرنا تھا۔ یہ تفصیلات ان کو یونیورسٹی کی طرف سے تفویض کردہ پروجیکٹ کے سلسلہ میں درکار ہیں۔ انہوں نے برلین مسجد کا اس سلسلہ میں عملی تعاون کا شکریہ ادا کیا۔

ربوہ جماعت کے احباب کی برلین مسجد میں آمد

فرینکفورٹ، جرمنی سے ربوہ جماعت کے نوجوانوں کا ایک گروپ برلین مسجد تشریف لایا۔ یاسر عزیز صاحب نے ان کو برلین مسجد کی تاریخ اور اس کی سرگرمیوں سے متعارف کیا۔ بعد میں تحریک احمدیت میں اختلاف پر ان سے تفصیل سے گفتگو ہوئی۔

درخواست ہائے دعا

درج ذیل احباب جماعت مختلف عوارضِ جسمانی میں مبتلا ہیں۔ مرکز میں ان احباب کے لئے تمام نمازوں میں دعا کی جاتی ہے۔ تمام قارئین پیغام صلح سے درخواست ہے کہ اپنی اجتماعی اور انفرادی دعاؤں میں ان احباب کے نام شامل رکھیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام احباب کو صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین

محترم ماسٹر عبدالسلام صاحب (لاہور)

محترم صاحبزادہ ظہور احمد صاحب (پشاور)

والدہ طاہر صادق ونجیب صادق (راولپنڈی)

محترم صاحبزادہ سید لطیف صاحب (پشاور)

محترم ملک ناصر احمد صاحب (سانگلہ ہل)

وفات حسرت آیات

ہمشیرہ عبدالحمید ڈاڈا صاحب مرحوم (لاہور)، ہمشیرہ انس حمید صاحب (راولپنڈی) قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی دینی مساعی اور اعمال صالحہ کو اپنے ہاں قبول ومنظور فرمائے۔ ان کی بھول چوک کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

جماعت کی اخلاقی حالت کیسی ہو؟

دنیا فنا کا مقام ہے۔ آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے اصلی مقصد تو دین ہی ہے

''اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اُسے بُرا معلوم نہ ہو۔ کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھا جاوے۔ دل شکنی نہ کی جاوے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں۔ دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال و دولت یا نسبی بزرگی پر بیجا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرّم وُہی ہے جو متّقی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقکم دوسروں کے ساتھ بھی پُورے اخلاق سے کام لینا چاہیے۔ جو بد اخلاقی کا نمونہ ہوتا ہے وہ بھی اچھا نہیں۔ ہماری جماعت کے ساتھ لوگ مقدمہ بازی کا صرف بہانہ ہی ڈھونڈتے ہیں۔ لوگوں کے لئے ایک طاعون ہے۔ ہماری جماعت کے لئے دو طاعون ہیں۔ اگر کوئی جماعت میں سے ایک شخص برائی کرے گا تو اس ایک سے ساری جماعت پر حرف آئے گا۔ دانشمندی حلم اور درگذر کے ملکہ کو بڑھاؤ۔ نادان سے نادان کی باتوں کا جواب بھی متانت اور سلامت روی سے دو۔ یاوہ گوئی کا جواب یاوہ گوئی نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں کچھ ایسی ہی حکمت عملی تھی کہ اگر ایسا نہ کرتے تو روز ماریں کھاتے پھرتے۔ رُومیوں کی سلطنت تھی۔ یہود کے فقیہہ اور فریسی اس کے مقرب تھے۔ اس وقت اگر وہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال نہ پھیرتے تو روز ماریں کھایا کرتے اور روز مقدمے ہوتے۔ باوجودیکہ وہ ایسی نرم تعلیم دیتے تھے پھر بھی یہود انہیں دم نہ لینے دیتے تھے۔ اُس وقت کی حالت انجیل کی تعلیم ہی کو چاہتی ہوگی۔ اِس وقت ہماری جماعت کی موجودہ حالت بھی قریباً ویسی ہی ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مارٹن کلارک عیسائی کے مقدمہ میں محمد حسین نے بھی اسی کی گواہی دی۔ اب سمجھ لو کہ قوم سے بھی کوئی امید نہیں ہے۔ رہی گورنمنٹ اس کو بھی بدظن کیا جاتا ہے۔ اور گورنمنٹ کسی حد تک معذور بھی ہے۔ اگر خدانخواستہ وہ بدظن ہو۔ کیونکہ عالم الغیب نہیں ہے۔ اس لئے ہم کو مطلع کرنا پڑا۔ تا کہ اس کو صحیح اور سچے واقعات کا علم ہو۔ مناسب ہے کہ ان ابتلا کے دنوں میں اپنے نفس کو مار کر تقویٰ اختیار کریں۔ میری غرض ان باتوں سے یہی ہے کہ تم نصیحت اور عبرت پکڑو۔ دنیا فنا کا مقام ہے، آخر مرنا ہے۔ خوشی دین کی باتوں میں ہے۔ اصلی مقصد تو دین ہی ہے۔'' (ملفوظات، جلد اول ص ص ۲۰۹،۲۰۸)